بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کا دینی، اصلاحی، ادبی ترجمان

ماہنامہ ندائے قاسم

بیادگار: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم دیوبند

بانی: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ و بانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ۔ مولانا محمد مرغوب الرحمٰن صاحب

جناب سمیع احمد صاحب ۔ جناب حاجی بلال الدین صاحب

نگراں: حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سالم ۔ مدیر تحریر: خالد انور پورنوی، المظاہری

جلد:3	جنوری ۲۰۱۸ء	ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ	شمارہ:39

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب:09431011919

مولانا محمد ناظم صاحب:09431015726

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب:09470083120

مولانا محمد سالم صاحب:09934291786

ماہنامہ ندائے قاسم

Monthly **NIDA-E-QASIM**

Nafees colony, Baripath,

Mahendru, Patna-6

فی شمارہ:20/روپیہ - سالانہ زرتعاون:200/روپیہ

OWNER, EDITOR, PRINTER & PUBLISHER : MOHAMMAD QUASIM,

PRINTED AT INDIAN ARTS OFFSET, BASEMENT OF SBI, MAHENDRU, ASHOK RAJPATH, PATNA:-6, & PUBLISHED FROM OFFICE OF THE "NIDA-E-QASIM", NAFEES COLONY, BARIPATH, MAHENDRU, DIST- PATNA-6,

RNI No BIHURD/2014/59332, MOB.: 9431011919

فہرست مضامین

اداریہ	سیاہ بل پر اتنی جلدی؛ اقتدار کا نشہ تو نہیں؟	خالد انور پورنوی المظاہری	03
درس قرآن	آزمائشیں ایمان کی نشانی! چودھویں قسط	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	08
درسِ حدیث	سنت اور طریق محمدی سے وابستگی ضروری!	جناب مولانا محمد ناظم صاحب	12
مقالات و مضامین	کیا اولاد کی نافرمانی پر حضرت نوح علیہ السلام کے......	حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب	14
	طلاق سے متعلق حکومت کا مجوزہ قانون	جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	16
	طلاق؛ عدل وانصاف پر مبنی اسلام کا ایک مستحکم قانون	جناب مفتی زین الاسلام صاحب	23
	اجتماعی زندگی میں ''پردہ پوشی'' کی اہمیت!	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب گھمن	32
	ہر برائی کا علاج قانون نہیں ہے	جناب حفیظ نعمانی صاحب	34
	کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے	جناب شاہد کمال صاحب	36
	ثمرور چوئل اکیڈمی	جناب اشفاق عمر صاحب	39
	مجھے تین طلاق بل کیوں منظور نہیں؟	تحریر: سائرہ مجتبیٰ، ترجمہ: نایاب حسن	42
	زندگی اور موت کی یاد کا نبوی طریقہ	از: مولانا محمد تبریز عالم قاسمی	45
	جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا کریمانہ برتاؤ	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	47
	ہم آزاد نگری کے باشندہ ہیں....!	از قلم: عبید الرحمٰن عقیل ندوی	53
ادب	نعت النبی ﷺ	سلیم شوق پورنوی	54
یادیں	انور جلال پوری؛ روشنائی کا سفیر	راحت علی صدیقی قاسمی	55
خواتین	آزاد ہندوستان میں مسلم خواتین کا حال!	عارف عزیز (بھوپال)	60
شب وروز	جامعہ مدنیہ تعزیتی نشست	ادارہ	64

e-mail:-.nedaequasim@gmail.com

کمپیوٹر کتابت: مہجود عالم، بھاگلپوری: 09934837448

e-mail:-mahjoodom@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں!

اداریہ

خالدانورپورنوی المظاہری

سیاہ بل پر اتنی جلدی؛ اقتدار کا نشہ تو نہیں؟

اقتدار کا نشہ سب سے خطرناک نشہ ہوتا ہے، شراب اور دیگر منشیات سے چھٹکارہ کیلئے قوانین بنتے ہیں، علاج کیلئے ڈاکٹروں اور حکیموں کا سہارہ لیا جاتا ہے؛ مگر اقتدار کے نشہ سے چھٹکارہ کیلئے نہ کوئی قانون ہے، اور نہ دنیا کی توجہ اس جانب مبذول ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی پولیٹکل پارٹیاں شترِ بے مہار کی طرح آزاد ہوگئی ہیں، ہر جائز و ناجائز حربوں کا استعمال کرنا اور اس کے ذریعہ دیر تک حکومت کرنا ان پارٹیوں کی خصوصیات میں شامل ہیں، مرکز میں برسر اقتدار پارٹی اس میں کچھ زیادہ ہی پیش پیش ہے۔

ابھی پارلیامینٹ میں تین طلاق پر سیاہ بل پاس ہوگیا؛ کیوں؟ عورتوں کو حقوق دلانے کیلئے یا عورتوں کے حقوق چھیننے کیلئے؟ سماج میں تین طلاق کے وقوع کو ختم کرنے کیلئے یا پھر اپنی کمیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے؟ اگر حکومت کی نیت اتنی ہی صاف ہوتی تو بل کے لانے سے قبل مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ذمہ داران بالخصوص خواتین مسلم پرسنل لاء بورڈ سے مشورہ بھی تو کیا جاتا؛ مگر یہاں حال یہ ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے بل کے تجزیہ اور اس کی خامیوں کے بارے میں جو خط ملک کے پی ایم کے نام جاری ہوتا ہے، اس کا جواب تک نہیں دیا جاتا ہے اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، اس کا مطلب واضح ہے کہ پردہ کے پیچھے کوئی اور معشوق ہے!

رام مندر کی طرح تین طلاق بھی بی جے پی کیلئے اہم ایشو ہے، ہم مانیں یا نہ مانیں؛ مگر سچائی یہی ہے کہ جس طرح رام مندر کے رتھ پر سوار ہوکر بی جے پی نے مرکز میں حکومت بنائی ہے، 2019ء کا الیکشن تین طلاق کے ذریعہ جیتنے کی پوری کوشش کرے گی، یوپی الیکشن میں کامیاب تجربہ کرچکی ہے، اور اسے وہ کھونا نہیں چاہتی ہے، مسلمانوں نے بھلے ہی بی جے پی کو یوپی میں تینوں طلاق دے دیا تھا؛ مگر ہم نے دیکھا کہ اس نے بغیر حلالہ کے حکومت بنانے میں کامیابی حاصل کرلی، ہمارا ماننا ہے کہ مسلمان جس قدر بھی تین طلاق کے ایشو کو اچھالیں گے بی جے پی کو ہی فائدہ ہوگا؛ اس لئے ہمیں کیا کرنا ہے، بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور جمہوریت میں سر گنے جاتے ہیں، جدھر تعداد زیادہ ہوتی ہے جیت بھی اسی کی ہوتی ہے، تین طلاق پر سیاہ بل پارلیامنٹ میں پیش ہوا، اقتدار اور اکثریت کے نشہ سے چور بی جے پی سرکار نے بآسانی اس بل کو پاس بھی کرلیا، اس کے نتیجہ میں تین طلاق دینے والے شوہر کو کریمنل ایکٹ کے تحت

3رسال کیلئے جیل کی ہوا کھانی ہوگی، اس کی بیوی اور بچوں کا کیا ہوگا؟ بل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور نہ سرکار ایسی مطلقہ عورتوں کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر لینے کیلئے تیار ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اِس بل کی مخالفت سب سے زیادہ عورتوں نے ہی کی ہے؛ مگر افسوس یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق اور آزادی دلانے کے نام پر اِس بل کو پیش کرنے والی سرکار کو عورتوں کی چیخ و پکار سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

تین طلاق یقیناً گناہ ہے، مگر بغیر طلاق کے بیویوں کو چھوڑ دینا گناہ در گناہ ہے، اِس بل کی نظر میں تین طلاق دینے والے کو وہی سزا دی جائے گی، جو کریمنلوں اور باغیوں کو دی جاتی ہے؛ مگر سوال یہ ہے کہ جس نے طلاق نہیں دی اور طلاق دیئے بغیر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی؛ اس کیلئے کون سی سزا ہوگی؟ اس بل میں اس کا بھی ذکر ہونا چاہئے، اگر ایسا ہو جاتا تو ملک کے پی ایم بھی اس بل کے زد میں آجاتے، شاید اسی لئے اس شق کو شامل نہیں کیا گیا، اور ایسا کرنے والے شوہر کو اس سیاہ بل کے دائرہ سے باہر رکھا گیا۔

یہ بل یقیناً ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے، کوئی بھی انصاف پسند شخص اس کی حمایت نہیں کر سکتا ہے، جب سپریم کورٹ نے تین طلاق کو کالعدم قرار دے دیا، پھر اس پر سزا دینے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ مگر اس کے باوجود مسلم نوجوانوں کے کریئر کو تباہ کرنے، مسلم عورتوں کو در در بھٹکنے اور بچوں کے مستقبل کو برباد کرنے کیلئے بہت جلد بازی میں اِس سیاہ بل کو پیش کیا گیا اور اُسی دن پاس بھی کروا دیا؛ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اتنی جلد بازی کیوں کی گئی؟ راجیہ سبھا میں ابھی تک بحث جاری ہے؛ مگر اپوزیشن کے بار بار اصرار کے باوجود سلیکٹ کمیٹی میں بھیجنے کیلئے مرکزی سرکار ابھی تک تیار نظر نہیں آرہی ہے، اس سے اس کی نیت اور نیتی صاف ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

ہم مسلمان ہیں اور اُس خوبصورت ملک کے باشندے ہیں، جہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، اور ہر ایک کو اپنی تہذیب وثقافت پر عمل کرنے کی پوری آزادی دی گئی ہے، کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب اور مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے؛ مگر یہ حد درجہ افسوس کا مقام ہے کہ ملک کی خوبصورتی اور گنگا جمنی تہذیب وثقافت کو پاؤں تلے روندنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، ابھی تین طلاق بل جو پاس ہوا ہے وہ اسی کا شاخسانہ ہے، اور اس سے بھی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ سیاہ بل پیش کرکے قانون کے وزیر آج کے دن کو تاریخی دن قرار دے رہے ہیں۔

ہندوستان ایک سیکولر اسٹیٹ ہے اور یہاں کے رہنے والے اکثر لوگ سیکولر مزاج کے حامل شروع سے ہی رہے ہیں، ہاں مگر پولٹیکل پارٹیوں نے ہمیشہ اپنے فائدے اور کرسی اقتدار کے حصول کیلئے جمہوریت کے منہ پر طمانچہ مارا ہے،

یک طرفہ اکثریتی طبقہ سے ووٹ لینے اور مسلم دشمنی کا ثبوت پیش کرنے کیلئے سیکولرازم کا گلہ گھونٹا ہے، اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کرکے اسلام میں مداخلت کی پرزور کوششیں کرکے اپنی بے جا بہادری کا ثبوت پیش کیا ہے!

تین طلاق کیا؟ طلاق دینا ہی مذہب اسلام میں بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ﷺ ہیں وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں: کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: نکاح کرو طلاق مت دو، کیونکہ طلاق دینے سے عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے؛ اسی لئے عورتوں کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ وہ طلاق کا مطالبہ نہ کریں، اگر کسی عورت نے شرعی ضرورت کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرلیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ جنت کی بو بھی محسوس نہیں کریگی۔

اسلام کی تعلیمات میں نکاح کو میاں اور بیوی کے درمیان جہاں ایک معاملہ قرار دیا گیا ہے، اس کو عبادت کا بھی درجہ دیا، اسی لئے بغیر کسی مجبوری اور وجہ کے دونوں کے مابین علیحدگی اور طلاق کے ذریعہ جدائیگی کو سخت گناہ قرار دیا گیا، میاں بیوی کے مابین حالات جیسے بھی ہوں اسے مضبوطی سے تھامے رہنے اور صبر کے ساتھ نکاح کے رشتہ کو ٹوٹنے سے بچانے کا حکم دیتا ہے، سورہ نساء کی آیت نمبر 26 رمیں اللہ تعالیٰ مردوں سے کہتا ہے: ان کے ساتھ معقول طریقہ سے برتاؤ کرو، اور اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو بعید نہیں کہ ایک چیز کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں بہتری پیدا کردے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیوی کی برائی کے مقابلہ میں اچھائیوں اور عیوب کے مقابلے میں اس کی خوبیوں پر نظر رکھو۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں قرآن وحدیث کی ان واضح ہدایات کے باوجود بھی اگر اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے تو اسے تنگ نظری، تعصب پسندی ہی کہی جاسکتی ہے۔

ہاں اس کے باوجود دونوں کے مابین نباہ کی کوئی شکل ممکن نہ ہو، خانگی امن وسلامتی سخت خطرہ میں پڑ جائے، زوجین کے تعلقات اس قدر خراب ہوجائیں کہ اب ایک ساتھ زندگی گذارنا ناممکن بن جائے، ایسے موڑ پر اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے؛ مگر اس کے باوجود اس مقدس قلعہ کو بیک جنبشِ لب ڈھانے اور اس روشن چراغ کو محض ایک پھونک سے بجھانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ بلکہ قرآن رہنمائی کرتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے نافرمانی کا صدور ہو ہی جائے، تو طلاق سے پہلے حکیمانہ باتوں کے ذریعہ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، لیکن جب نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو بستر ہ الگ کرلے، تاکہ نسوانی جذبات ابھر آئیں، اور اطاعت شعاری کا

جذبہ پیدا ہوجائے، تیسری صورت یہ ہے کہ تھوڑی سی سزادی جائے، اگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو، بلکہ پیچیدہ بن جائے تو حَکَم متعین کیا جائے، ایک عورت کی طرف سے ہو اور ایک مرد کی طرف سے، یہ ثالثی دونوں کے مابین صلح وصفائی کرائیں، لیکن اگر ثالثی بھی ناکام ہوجائے، اور معاملہ انتہائی سنگین ہوجائے، اور کسی بھی حال میں میاں، بیوی کے مابین امن وسلامتی، اور رشتہ نکاح باقی رہنا ناممکن بن جائے، تو اسلام نے ایک طلاق رجعی کی اجازت دی ہے، تاکہ طلاق دینے کے بعد بھی شوہر اپنی بیوی سے رجوع کرسکے، اور ندامت وشرمندگی کے بعد دونوں کی واپسی اور نکاح کی بحالی ممکن ہو۔

اسلام تین طلاق کا سخت مخالف ہے، ایک بار اللہ کے رسول ﷺ کو خبر ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا، آپ ﷺ غصہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے: کتاب اللہ سے کھیل ہو رہا ہے، حالانکہ میں تم میں موجود ہوں، یہ سن کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میں اس کو قتل نہ کردوں، اس حدیث پاک اور نبی کریم ﷺ کے غم وغصہ سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ تین طلاق اسلام کی رو سے یقیناً صحیح نہیں ہے، اس سے ہر حالت میں بچنا چاہئے، سماج ومعاشرہ کے نوجوانوں کو بیدار کیا جانا چاہئے۔

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آج جو کچھ بھی مصائب ومشکلات پیش آرہے ہیں، ہم مسلمانوں کی بدعملی، ایمانی کمزوری اور جہالت ولاعملی کی وجہ سے، ایک نوجوان بازار سے گھر آتا ہے، نہ نماز، نہ روزہ، نہ سلام، نہ کلام، بیوی سے جھگڑا شروع کرتا ہے، اور ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق، کبھی کبھی تو یہ پہاڑا سوتک گننے لگتا ہے، اسی لئے قرآن کریم نے اعلان کیا ہے: تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے تمہارے کردار اور تمہارے ہاتھوں نے اسے انجام دیا ہے۔

ہمیں اس بات پر یقینِ کامل ہے کہ تین طلاق دینے پر تین سال کیا؟ عمر قید کی بھی سزا ہوجائے تو اسلام میں کوئی فرق نہیں آئیگا، اسلام تو اٹل ہے، اور اسلام کی تعلیمات قیامت تک کیلئے محفوظ ہیں، کاغذ کے ان ٹکروں سے قوانینِ اسلامی میں تبدیلی ممکن نہیں ہے، جولوگ اس سیاہ بل پیش کرنے کو تاریخی دن اور شریعت کی زنجیر سے آزادی کی بات کرتے ہیں، اور اس کے ذریعہ ہم میں احساسِ کمتری پیدا کرنا چاہتے ہیں، ہم بتادیتے ہیں کہ قوانینِ اسلامی تو بہت دور قرآن کریم کے زبر، زیر، پیش تک میں آج تک تبدیلی نہیں ہوسکی ہے، اور نہ دنیا کے ظالم سے ظالم طاقتوں کو اس میں کامیابی ملی ہے، تو آپ کو کیسے کامیابی مل جائے گی؟

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

غزوہ احد میں مسلمانوں کو فتح ہوگئی، پچاس تیرانداز جنہیں پہاڑ کے اوپر متعین کیا گیا تھا، مال غنیمت جمع کرنے کیلئے وہ بھی نیچے اتر گئے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، جنگی چال چلی اور پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کردیا، مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی، مسلمان اس چال کو نہیں سمجھ سکے، پچاس تیرانداز نیچے اتر چکے تھے، صحابہ کرام اپنی شکست کا نظارہ اپنی آنکھوں کے دیکھ رہے تھے، ادھر کسی نے یہ افواہ پھیلادی کہ محمد ﷺ قتل کردیئے گئے، شہید کردیئے گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، اور ایسے موڑ پر جبکہ ان کا آخری سہارہ آپ ﷺ ہی تھے اور وہ بھی اُن سے رخصت ہوگئے، یہ خبر ان کے ہوش وحواس اڑانے کے لئے کافی تھا، ان کے پاؤں اکھڑ گئے، طرح طرح کے خیالات ان کے دل ودماغ میں جنم دینے لینے لگے، کچھ لوگوں نے کہا: جب آپ ﷺ ہی نہ رہے تو ہم رہ کر کیا کریں گے، کچھ لوگ کہنے لگے ہمیں میدان جنگ چھوڑ کر واپس اپنے گھروں کی طرف چلے جانا چاہئے، قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی: اور محمد تو صرف اللہ کے رسول ہیں، جیسے اس سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں، تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤگے، اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ کسی کا کچھ نہ بگاڑیگا، اپنا ہی نقصان کریگا۔

آج ہم نے اسلام کے تحفظ کا سہارہ دنیا کی حکومتوں اور پولیٹکل پارٹیوں میں تلاش کرنا شروع کردیا ہے، اگر ہم ایسا سوچتے ہیں تو یہ ہماری بھول ہے، اور جس قدر بھی اس بھول کو دہرانے کی کوشش کریں گے مصیبتوں میں اضافہ ہوگا، اور مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتے جائیں گے، جب اللہ کے رسول کے بارے میں صحابہ کرام کو سکھلایا جارہا ہے کہ وہ رہیں یا نہ رہیں، تمہیں اسلام پر ہر حالت میں ثابت قدم رہنا ہے، تو دنیا کی حکومتوں اور پولیٹیکل پارٹیوں کی کیا اوقات ہے؟

آیئے! اپنا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کریں، اور اس پر عمل کرنے کی جدوجہد کریں، ہم عہد کریں کہ دنیا کا قانون کچھ بھی کہے، مگر ہمیں تو ہر حالت میں اسلام پر عمل کرنا ہے، اور اس کی تعلیمات سے اپنی زندگی کو روشن اور تابناک بنانا ہے، خصوصی اور عمومی مجلسوں کے ذریعہ نوجوانوں کو بتائیں کہ جس طرح نکاح سے قبل ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے، اور باہمی مشورہ کے بعد ہی رشتہ نکاح کا انعقاد عمل میں آتا ہے، بالکل اسی طرح، بلکہ اس سے زیادہ اہتمام سے طلاق کے بارے میں سنجیدہ ہوجائیں، جب بھی طلاق دینے کا فیصلہ کریں، علماء کرام اور دانشوروں سے کسی فیصلہ اور مشورہ کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائیں۔

سبق پڑھ، پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا کام تجھ سے دنیا کی امامت کی

درس قرآن العنکبوت - چودھویں قسط

آزمائشیں ایمان کی نشانی!

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ وبانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ (۳۹)

اور ہم نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا، اوران کے پاس موسی کھلی دلیلیں لیکر آئے تھے، پھران لوگوں نے زمین میں سرکشی کی، اور ہمارے عذاب سے بھاگ نہ سکے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور فرعون کی بستی میں رہتا تھا۔ جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کسی قوم کا خون چوسنے کیلئے انہی میں سے بعض افراد کو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں، فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا، قارون اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور اقتدار حاصل کیا، جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور سرداری جاتی رہی، اس حسد وغیظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دل میں خلش رکھنے لگا، تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، تورات بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا، مگر دل صاف نہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی خداداد عزت ووجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان ہی کے چچا کا بیٹا ہوں، یہ کیا معنیٰ کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں مجھے کچھ بھی نہ ملے، کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا، میرے پاس مال ودولت کے اتنے خزانے ہیں کہ کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا: اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے، مگر کیا تم یہ بھی برداشت کرلو گے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے، کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا: نہیں ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی، کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ زنا کی حد بیان کریں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گذری، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل ڈرا، تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (ترجمہ شیخ الہند: ۵۲۴)

فرعون لقب ہے شاہان مصر کا، کسی خاص حکمراں بادشاہ کا نام نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا حکمراں فرعون کا نام ولید بن مصعب ہے۔

ہامان کا نام اس سے پہلے سورۃ القصص میں بھی آیا ہے۔ یہ کون شخص تھا؟ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ مصر میں اس نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں، البتہ ایران میں اس نام کا ایک شخص گذرا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا خیال ہے کہ نعوذ باللہ قرآن نے دونوں میں خلط کر دیا۔ ہامان کا عطف فرعون کے ساتھ یہاں آیا ہے ''فِرعونَ وھامانَ'' اور آگے چل کر بھی آ رہا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح فرعون شخصی نام نہیں، بلکہ شاہی لقب تھا، اسی طرح ہامان بھی کوئی سرکاری لقب ہی تھا۔ (تفسیر ماجدی:۱۲۶) حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں: ہامان وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ:۵۱۳)

تشریح: اور ہم نے قارون، فرعون، ہامان کو ان کے کفر کے سبب ہلاک کیا اور یہ اسی کے مستحق تھے، اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس روشن دلائل، واضح حجتیں اور کھلی نشانیاں لیکر آئے جن میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ پس ان لوگوں نے زمین پر رہتے ہوئے بڑے بننے کی کوشش کی اور آسمانی حکم کا اپنی فانی اور مجازی قوت و طاقت سے مقابلہ کیا اور چاہا کہ اللہ سے سبقت لے جائیں، اور نہیں تھے یہ حکم الٰہی پر سبقت لے جانے والے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (۴۰)

تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا، سو ان میں بعضوں پر تو ہم نے سخت ہوا بھیجی، اور ان میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا، اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسایا، اور ان میں بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

تشریح: ان میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ اور جرم کے سبب پکڑا اور کوئی ہماری گرفت سے نہ نکل سکا۔ پس ان میں سے بعض پر تو ہم نے پتھراؤ کیا جیسے قوم لوط، اور ان میں سے بعض کو سخت آواز سے پکڑا، جیسے قوم ثمود، جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے، جیسے کتوں کو سخت آواز سے زجر کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح ان سنگدلوں کو سگان دنیا کی طرح سخت آواز سے ہلاک کر دیا گیا، اور بعضوں کو زلزلہ سے ہلاک

کیا گیا، جن کو اپنی سنگین عمارتوں پر فخر تھا، اور بعضوں یعنی قوم عاد کو ہوا سے ہلاک کیا اور ریزہ ریزہ کر دیا گیا جو ''من اشد منا قوۃ '' کا نعرہ لگاتے تھے کہ تم ہوا کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، اور ان میں سے بعض کو زمین میں دھنسا دیا، جیسے قارون جسے اپنے خزینوں اور دفینوں پر فخر تھا کہ اس کے خزینے زمین میں مدفون ہیں، اور اس کو مع اپنے خزانوں کے زمین میں دفن کر دیا، اور ان میں سے بعض کو غرق کیا، جیسے قوم نوح اور فرعون جو کفر میں غرق تھے، فرعون بطور فخر یہ کہا کرتا تھا: ''**لیس لی ملک مصر وھذہ الانھار تجری من تحتی** '' اس کو اسی قابل فخر نہر میں غرق کر دیا گیا۔ پس ان قوموں کی دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ و برباد ہوئیں، اور ممکن نہیں کہ اللہ کسی پر ظلم کرے، ولیکن یہ لوگ خود ہی ایسے تھے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور کفر و معصیت کر کے اپنے آپ کو تیرے عذاب کا نشانہ بنا رہے تھے۔ (معارف القرآن، مولانا ادریس کاندھلویؒ)

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (۴۱-۴۲)

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں، ان لوگوں کی مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے، اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج رہے ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

تشریح : عنکبوت مکڑی کو کہا جاتا ہے، اس کی مختلف قسمیں ہیں، بعض ان میں سے زمین میں گھر بناتی ہیں، بعض وہ مکڑی ہے جو جالا تانتی ہے اور اس میں معلق رہتی ہے، یہاں یہی مراد ہے۔ اس جالا کے ذریعہ مکھی کو شکار کرتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جانوروں کی جتنی قسم کے گھونسلے اور گھر معروف ہیں، یہ جالے کے تار ان سب سے زیادہ کمزور ہیں کہ معمولی ہوا سے بھی ٹوٹ سکتے ہیں۔ اس آیت میں غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں اور ان پر اعتماد کرنے والوں کی مثال مکڑی کے اس جالے سے دیا ہے جو کہ نہایت کمزور ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ کے سوا بتوں پر یا کسی انسان وغیرہ پر بھروسہ کر لیتے ہیں، ان کا بھروسہ ایسا ہی ہے جیسا مکڑی اپنے جالے کے تاروں پر بھروسہ کرتی ہے۔

حکماء کا قول ہے کہ مکڑی کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں اور اس کے اندر ایک زہریلا مادہ بھی

ہوتا ہے، اورزہر عنکبوت آدمی کو ہلاک کرڈالتا ہے۔اسی طرح مشرکین ہر طرف دوڑتے ہیں اوران کی نظریں چکاچوندرہتی ہیں اوراندرشرک کا زہریلا مادہ ہوتا ہے جوان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

کاش یہ کافر جانتے کہ ان کا دین مکڑی کے جالے کے مشابہ ناپائیدار اور ذلیل وخوار ہے، اور بے حقیقت اور بے مقدار ہے، اگر مشرکین کو کچھ بھی سمجھ، بوجھ ہوتی اور یہ جان لیتے کہ ہمارا دین مکڑی کے گھر کی طرح بے بنیاد ہے، تو کبھی اس دین کو اختیار نہ کرتے، بے شک اللہ ہی خوب جانتا ہے ان چیزوں کی حقیقت کو جن کو یہ اللہ کے سواپکارتے ہیں، اوراللہ ہی عذاب اور حکمت والا ہے، اور کمال عزت اور کمال حکمت کے ساتھ موصوف عزیز اور حکیم کو چھوڑ کر ضعیف اور ناتواں کو سہارا بنانا کمال ابلہی ہے۔

وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج — ہم ان مثالوں کولوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں،
وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۔ خَلَقَ اللّٰهُ — اوران مثالوں کوبس علم والے ہی سمجھتے ہیں، اللہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنَّ فِيْ — تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کومناسب طور پر بنایا ہے،
ذٰلِکَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔(۴۳-۴۴) — ایمان والوں کیلئے اس میں بڑی دلیل ہے۔

تشریح: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مکڑی اور مکھی وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے، جواس کی عظمت کے منافی ہے۔اس کا جواب دیا کہ مثال اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور ممثل لہ پر پوری منطبق ہیں، مگر سمجھدار ہی اس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں، جاہل بے وقوف کیا جانیں۔مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جس کی مثال ہے اس کی حیثیت کو دیکھو، اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی، مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔(ترجمہ شیخ الہندؒ:۵۳۴)

یہ مثالیں ہم ان لوگوں کو سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کومگر علم والے اور سمجھ والے۔ان بت پرستوں کو چاہئے کہ ایک طرف تو اپنے بتوں کی کمزوری بلکہ مجبوری اور لاچاری پر نظر کریں، اور دوسری طرف اللہ کی قدرت اور قوت پر نظر کریں کہ اللہ نے آسمان وزمین بنائے نہایت حکمت کے ساتھ، جواس کے کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے۔بے شک ایمان والوں کیلئے بڑی دلیل ہے، اس کیلئے آسمان وزمین کی پیدائش میں خدا کا کوئی شریک نہیں، لہٰذا لائق پرستش وہی ذات ہے جوآسمان وزمین کا خالق ہے، پس تم کو جو حاجتیں مانگنی ہوں وہ آسمان وزمین کے خالق سے مانگو۔ (جاری)

درس حدیث

سنت اور طریق محمدی سے وابستگی ضروری!

جناب مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ لَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ. (الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص میری امت کے فساد و بگاڑ کے وقت میری سنت اور میرے طریقہ سے سے وابستہ اوراس کو مضبوطی سے پکڑے رہے، اس کیلئے شہید کا اجر وثواب ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر منکشف کیا گیا کہ اگلی اُمتوں کی طرح آپ ﷺ کی اُمت میں بھی فساد و بگاڑ آئیگا اور ایسے دَور بھی آئیں گے جب اُمت میں بے راہ روی اور نفس وشیطان کی پیروی بہت عام ہوجائیگی اور اس کی غالب اکثریت آپ ﷺ کی ہدایت وتعلیم اور آپ ﷺ کے طریقہ کی پابندی نہیں رہے گی، ظاہر ہے کہ ایسے فاسد ماحول اور ایسی ناموافق فضا میں آپ ﷺ کی ہدایت اور سنت وشریعت پر قائم رہ کر زندگی گذارنا بڑی عزیمت کا کام ہوگا اور ایسے بندوں کو بڑی مشکلات کا سامنا اور بڑی قربانیاں دینی ہونگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ان اصحاب عزیمت کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا درجہ اور اجر وثواب عطا ہوگا۔ حدیث میں ''سنت'' سے مراد آپ ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی ہدایت ہے جس میں عقائد اور فرائض وواجبات بھی شامل ہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحْیٰ سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ. (الترمذی)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے میری کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد مردہ ہوگئی تھی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی کسی ہدایت اور کسی سنت پر جب تک عمل ہو رہا ہے اور وہ رواج میں ہے تو وہ زندہ ہے، اور جب اس پر عمل متروک ہو جائے اور رواج نہ رہے تو گویا اس کی زندگی ختم کر دی گئی۔ اب آپ ﷺ کا جو وفادار اُمتی آپ ﷺ کی اُس سنت اور ہدایت کو پھر سے عمل میں لانے اور رواج دینے کی جدوجہد کرے۔ اس کیلئے اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس نے مجھ سے محبت کی اور محبت کا حق ادا کر دیا اور اب وہ آخرت اور جنت میں میرے ساتھ اور میرا رفیق ہوگا۔

حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: جس نے میری کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد ختم کر دی گئی تھی، تو اس شخص کو اجر و ثواب ملے گا اُن تمام بندگان خدا کے اجر و ثواب کے برابر جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ اُن عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں سے کچھ کمی کی جائے۔

اس حدیث کے مضمون کو اس مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ فرض کیجئے کسی علاقے کے مسلمانوں میں زکوٰۃ ادا کرنے کا یا مثلاً باپ کے ترکہ میں بیٹیوں کو حصہ دینے کا رواج نہیں رہا، پھر کسی بندہ خدا کی محنت اور جدوجہد سے اس گمراہی اور بددینی کی اصلاح ہوئی اور لوگ زکوٰۃ ادا کرنے لگے اور بیٹیوں کو ان کا شرعی حق دیا جانے لگا تو اس کے بعد علاقے کے جتنے لوگ بھی زکوٰۃ ادا کریں گے اور بہنوں کو ان کا شرعی حق دیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس عمل کا جتنا اجر و ثواب ملے گا، اُس سب کے مجموعہ کی برابر اُس بندے کو عطا ہوگا جس نے ان دینی احکام و اعمال کو پھر سے زندہ کرنے اور رواج دینے کی جدوجہد کی تھی، اور یہ اجر عظیم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے خصوصی انعام کے طور پر عطا ہوگا، ایسا نہیں کہ عمل کرنے والوں کے اجر سے کاٹ کر اور کچھ کم کر کے دیا جائے۔

ایک حدیث پاک ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے اُمت کے عمومی فساد کے وقت اسلام پر قائم رہنے والے اور فساد اور بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کرنے والے کو شاباسی اور مبارکبادی پیش کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دین اسلام جب شروع ہوا تھا تو وہ غریب تھا، یعنی لوگوں کیلئے اجنبی اور کس مپرسی کی حالت میں تھا، ایک وقت آئیگا کہ وہ پھر اسی حالت میں ہو جائیگا۔ پس شادمانی ہو غرباء کیلئے یعنی ان لوگوں کیلئے جو اس فساد اور بگاڑ کی اصلاح اور جدوجہد کریں گے اور میرے بعد میری سنت اور میرے طریقے میں لوگ پیدا کریں گے۔ ○❖○

مقالات ومضامین

کیا اولاد کی نافرمانی پر
حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی دلیل دینا صحیح ہے؟

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاو، درحقیقت اس میں ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جو شبہ عام طور پر ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، وہ شبہ یہ ہے کہ آج جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم دو، کچھ دین کی باتیں ان کو سکھاو، ان کو دین کی طرف لاو، گناہوں سے بچانے کی فکر کرو، تو اس کے جواب میں عام طور پر بکثرت لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولاد کو دین کی طرف لانے کی بڑی کوشش کی، مگر کیا کریں کہ ماحول اور معاشرہ اتنا خراب ہے کہ بیوی بچوں کو بہت سمجھایا، مگر وہ مانتے نہیں ہیں اور زمانے کی خرابی سے متاثر ہوکر انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا ہے اور اس راستے پر جارہے ہیں، اور راستہ بدلنے کیلئے تیار نہیں ہیں، اب ان کا عمل ان کے ساتھ ہے، ہمارا عمل ہمارے ساتھ ہے، اب ہم کیا کریں؟ اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تو آخر کافر رہا اور حضرت نوح علیہ السلام اس کو طوفان سے نہ بچاسکے، اسی طرح ہم نے بہت کوشش کرلی ہے وہ نہیں مانتے تو ہم کیا کریں؟

چنانچہ قرآن کریم نے آیت میں ''آگ'' کا لفظ استعمال کرکے اس اشکال اور شبہ کا جواب دیا ہے، وہ یہ کہ بات ویسے اصولی طور پر ٹھیک ہے کہ اگر ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرلی ہے تو ان شاءاللہ ماں باپ پھر بری الذمہ ہوجائیں گے اور اولاد کے کیے کا وبال اولاد پر پڑے گا، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی کوشش کس حد تک کی ہے؟ اور کس درجے تک کی ہے؟ قرآن کریم نے ''آگ'' کا لفظ استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کو گناہوں سے اس طرح بچانا چاہیے جس طرح ان کو آگ سے بچاتے ہیں۔

فرض کریں کہ ایک بہت بڑی خطرناک آگ سلگ رہی ہے، جس آگ کے بارے میں یقین ہے کہ اگر کوئی شخص اس آگ کے اندر داخل ہوگیا تو زندہ نہیں بچے گا، اب آپ کا نادان بچہ اس آگ کو خوش منظر اور

خوب صورت سمجھ کراس کی طرف بڑھ رہا ہے، اب بتاؤتم اس وقت کیا کرو گے؟ کیا تم اس پر اکتفا کرو گے کہ دور سے بیٹھ کر بچے کو نصیحت کرنا شروع کردو کہ بیٹا! اس آگ میں مت جانا، یہ بڑی خطرناک چیز ہوتی ہے، اگر جاؤ گے تو جل جاؤ گے اور مر جاؤ گے؟ کیا ماں باپ صرف زبانی نصیحت پر اکتفا کریں گے؟ اوراس نصیحت کے باوجود اگر بچہ اس آگ میں چلا جائے تو کیا وہ ماں باپ یہ کہہ کر بری الذمہ ہوجائیں گے کہ ہم نے تو اس کو سمجھا دیا تھا، اپنا فرض ادا کر دیا تھا، اس نے نہیں مانا اور خود ہی اپنی مرضی سے آگ میں کود گیا تو میں کیا کروں؟ دنیا میں کوئی ماں باپ ایسا نہیں کریں گے، اگر وہ اس بچے کے حقیقی ماں باپ ہیں تو اس بچے کو آگ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کران کی نیند حرام ہوجائے گی، ان کی زندگی حرام ہوجائے گی اور جب تک اس بچے کو گود میں اٹھا کراس آگ سے دور نہیں لے جائیں گے اس وقت تک ان کو چین نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ جب تم اپنے بچے کو دنیا کی معمولی سی آگ سے بچانے کیلئے صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا نہیں کرتے تو جہنم کی وہ آگ جس کی حدونہایت نہیں، اور جس کا دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا، اس آگ سے بچے کو بچانے کیلئے زبانی جمع خرچ کو کافی کیوں سمجھتے ہو؟ لہذا یہ سمجھنا کہ ہم نے انہیں سمجھا کر اپنا فریضہ ادا کرلیا یہ بات آسانی سے کہنے کی نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی جو مثال دی جاتی ہے کہ ان کا بیٹا کافر رہا، وہ اس کو آگ سے نہیں بچاسکے، یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ یہ بھی تو دیکھو کہ انہوں نے اس کو راہ راست پر لانے کی نوسو سال تک لگاتار کوشش کی، اس کے باوجود جب راہ راست پر نہیں آیا تو اب ان کے اوپر کوئی مطالبہ اور کوئی مواخذہ نہیں، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ایک دو مرتبہ کہا اور پھر فارغ ہوکر بیٹھ گئے کہ ہم نے تو کہہ دیا، حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ان کو گناہوں سے اسی طرح بچاؤ جس طرح ان کو حقیقی آگ سے بچاتے ہو، اگر اس طرح نہیں بچا رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضہ ادا نہیں ہورہا ہے۔

آج تو یہ نظر آرہا ہے کہ اولاد کے بارے میں ہر چیز کی فکر ہے، مثلاً یہ تو فکر ہے کہ بچے کی تعلیم اچھی ہو، اس کا کیریئر اچھا بنے، یہ فکر ہے کہ معاشرے میں اس کا مقام اچھا ہو، یہ فکر تو ہے کہ اس کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام اچھا ہوجائے، لیکن دین کی فکر نہیں۔

○❖○

طلاق سے متعلق حکومت کا مجوزہ قانون

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

قوموں کی بدبختی اور زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقیقی مسائل سے غافل ہو جائیں اور اپنی صلاحیتیں ایسے کاموں میں صرف کرنے لگیں، جن کا کوئی فائدہ نہیں، اس وقت ہمارا ملک اسی صورت حال سے گذر رہا ہے، ملک کی معیشت مسلسل انحطاط پذیر ہے، شرح ترقی گھٹتی جارہی ہے، کارخانے بند ہورہے ہیں، ہمارے وزیر اعظم شاید آدھی دنیا کا سفر کر چکے ہیں؛ لیکن سرمایہ کاری میں اضافہ تو کجا، ہمارا سفر تنزل کی طرف جاری ہے، روزگار کے مواقع گھٹتے جارہے ہیں، ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ آئی ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار اور صنعت کار بینکوں سے بھاری قرض حاصل کر کے عوام کی گاڑھی کمائی کو ڈبو رہے ہیں، امن و قانون کی صورت حال اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ پوری دنیا ہم پر خندہ زن ہے، یہ اور اس طرح کی بہت سی ناکامیاں ہیں، جو دوپہر کی دھوپ کی طرح معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے پر بھی واضح اور عیاں ہیں۔

بجائے اس کے کہ حکومت ان حقیقی مسائل پر توجہ کرتی، اپنے نفرت کے ایجنڈے کو بڑھاتے ہوئے اقلیتوں اور دلتوں کو پریشان کرنے اور فرقہ وارانہ بنیاد پر اپنے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے کی بے فائدہ کوششوں میں لگی ہوئی ہے، ایسی ہی نامسعود اور ناروا کوششوں میں ایک مطلقہ خواتین سے متعلق مجوزہ قانون ہے، جسے ''مسلم خواتین سے متعلق حقوق کے تحفظ کا بل ۲۰۱۷ء'' کا نام دیا گیا ہے، بل میں کہا گیا ہے کہ طلاق بدعت (ایک ساتھ تین طلاق) اور اس کی مماثل طلاق کی وہ تمام شکلیں جو فوری طور پر اثر انداز ہوں اور جن میں رجعت کی گنجائش نہیں ہو، باطل اور غیر قانونی ہوں گی، خواہ زبانی طلاق دی جائے یا تحریر کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے، اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اس کو تین سال کی جیل ہوگی اور اس کے علاوہ جرمانہ ہوگا، نیز اس مطلقہ عورت اور اس کے زیر کفالت بچوں کا نفقہ طلاق دینے والے شخص پر ہوگا اور مجسٹریٹ اس کو طے کرے گا، نابالغ بچوں کی نگہداشت و پرورش کا حق بھی عورت کو حاصل ہوگا، نیز مجرم کے خلاف ناقابل ضمانت وارنٹ جاری ہوگا اور یہ قابل دست اندازی پولس گا۔

غور کیا جائے تو یہ مجوزہ قانون شریعتِ اسلامی میں مداخلت بھی ہے اور دستور کی روح کے مغائر بھی،

نامنصفانہ بھی ہےاور خود عورتوں کے مفاد کے خلاف بھی، نیز تضادات کا حامل بھی۔

اس میں ایک پہلو تو شریعت اسلامی میں مداخلت کا ہےاور یہ مداخلت ایک آدھ مسئلہ تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ یہ کئی جہتوں سے شریعت کے عائلی قوانین کو متاثر کرتا ہے، جس کو درج ذیل نکات میں سمجھا جاسکتا ہے:

(١) اولاً یہ قانون ''طلاق بدعت''، جس سے خود اس بل کی توضیحات کے مطابق ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں مراد ہیں، باطل، کالعدم اور غیر مو؟ ثر قرار دیتا ہے، یعنی تین طلاق دینے کی صورت میں ایک طلاق بھی نہیں پڑے گی، یہ ایسی بات ہے جس کے غلط ہونے پر مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر متفق ہیں، ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس میں فقہاء کے درمیان اس بارے میں ضرور اختلاف ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہوں گی یا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ جمہور اہل سنت کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی؛ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاقیں بالکل ہی بے اثر ہوجائیں گی، اور ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی، اور یہ بات عقل عام کے بھی خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنے حق طلاق کا استعمال کرتے ہوئے ایک طلاق دے تو وہ تو واقع ہوجائے اور تین طلاق دے تو ایک بھی واقع نہیں ہو۔

(٢) مجوزہ قانون کے مطابق طلاق بدعت کے ساتھ ساتھ اس کے مماثل طلاق کی وہ تمام صورتیں بے اثر ہوں گی، جن سے فوری طور پر رشتۂ نکاح ختم ہوجاتا ہو اور رجعت کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہو، گویا طلاق بائن بھی واقع نہیں ہوگی، اس کے دُور رس اثرات پڑیں گے، اگر نکاح کے بعد رُخصتی کی نوبت نہیں آئی اور کوئی ایسی صورت پیدا ہوگئی، جس کی وجہ سے نوبت طلاق کی آگئی، خواہ یہ صورت لڑکی والوں کی طرف پیدا ہوئی ہو یا لڑکا اور اس کے گھر والوں کی طرف سے، تو ایسی صورت میں اگر اس نے ایک طلاق دے دی تو یہ بھی طلاق بائن میں شامل ہے، قانون کی رو سے یہ طلاق بھی کالعدم ہوگی۔

(٣) اگر شوہر تین طلاق سے بچتے ہوئے فوری طور پر رشتۂ نکاح ختم کرنا چاہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ ایک طلاق بائن دے دی جائے؛ تاکہ نکاح ختم ہوجائے؛ لیکن دونوں فریق کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی رہے، اکثر سنجیدہ فیصلہ کے تحت اسی طرح طلاق دی جاتی ہے، اگر باہمی تعلقات خراب ہوگئے، خاندان اور سماج کے لوگوں نے محسوس کیا کہ اس رشتہ کو ختم کردیا جائے تو شوہر سے یہی طلاق دلوائی

جاتی ہے اور عورت کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں آزاد رہتی ہے، شوہر اپنی رضامندی کے بغیر اس کو اپنے نکاح میں واپس نہیں لاسکتا، اس قانون کی رو سے یہ طلاق غیر معتبر ہو جائے گی اور چاہے عورت راضی نہ ہو مرد کو حق حاصل ہوگا، وہ اس کو واپس آنے پر مجبور کرے۔

(۴) بعض دفعہ شوہر و بیوی آپسی رضامندی سے ''خلع'' کا معاملہ طے کرتے ہیں، خلع کے ذریعہ واقع ہونے والی طلاق بھی طلاق بائن ہے، مجوزہ قانون میں طلاق بائن کی ایسی صورت کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی صراحت نہیں ہے، جو عورت کی رضامندی سے دی گئی ہو؛ اس لئے عدالتیں اس طلاق کو بھی کالعدم قرار دے سکتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت نے اپنے لئے نجات و آزادی کا جو راستہ نکالا تھا، وہ بند ہو کر رہ جائے گا اور اسے ناپسندیدگی کے باوجود اس رشتہ کو باقی رکھنا پڑے گا۔

(۵) طلاق بائن ہی کی ایک صورت ''ایلاء'' ہے، یعنی اگر شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ یا ہمیشہ کے لئے بیوی کے ساتھ شوہر و بیوی کے مخصوص تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم کھالے اور اس پر عمل کرنے لگے، یہاں تک کہ چار ماہ گزر جائے تو اس کی بیوی پر آپ سے آپ ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی؛ تا کہ وہ شوہر کے اس تکلیف دہ عمل سے نجات پا سکے؛ چوں کہ طلاق کی اس صورت میں بھی رجعت کی گنجائش نہیں ہے؛ اس لئے بظاہر اس پر بھی اِس قانون کا اطلاق ہوگا، اس کو بھی کالعدم سمجھا جائے گا اور عورت شوہر کے ظالمانہ رویہ کے باوجود اس کی قیدِ نکاح سے آزاد نہیں ہو سکے گی۔

(۶) اس مجوزہ قانون میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ طلاق کی صورت میں ایک شادی شدہ مسلمان عورت اپنے نابالغ بچوں کی نگہداشت اور پرورش کی حقدار ہوگی، اسلام نے یقیناً حق پرورش کے معاملہ میں ماں کو باپ پر ترجیح دی ہے؛ لیکن شریعت میں اصل اہمیت بچہ کے مفاد کی ہے؛ اسی لئے عام حالات میں لڑکی کے بالغ ہونے تک حق پرورش ماں کو دیا گیا ہے؛ کیوں کہ وہ زیادہ بہتر طور پر بیٹی کے مسائل کو سمجھ سکتی ہے، اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکتی ہے اور اس کی تربیت کا فریضہ انجام دے سکتی ہے، لڑکے چھ سات سال تک ماں کے زیر پرورش رہیں گے، اس کے بعد باپ کو حق پرورش حاصل ہوگا؛ کیوں کہ اس عمر کے بعد باپ زیادہ بہتر طور پر بچے کی تربیت کا فریضہ انجام دے سکتا ہے؛ اور یہ مشاہدہ ہے کہ لڑکے عام طور پر ماں کے قابو میں نہیں رہتے؛ البتہ اگر بالغ ہونے کے بعد بھی لڑکی کو باپ کے حوالہ کرنا اس کے مفاد میں نہیں ہو، یا لڑکے کو

سات آٹھ سال تک ماں کے پاس رکھنا یا اس کے بعد اس کے باپ کے حوالہ کر دینا کسی وجہ سے بچہ کے مفاد میں نہیں ہو تو بچہ کے مفاد کو ترجیح دی جائے گی، اس اُصول کو شریعت میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اگر شوہر و بیوی کے درمیان اس شرط پر خلع ہو کہ بیوی بچہ کے حق پرورش سے دستبردار ہو جائے گی؛ حالاں کہ بچہ ابھی بہت چھوٹا ہو اور ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا ہو، تب بھی بچہ کے مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے یہ معاہدہ کالعدم ہو جائیگا اور ماں کو حق پرورش حاصل رہے گا؛ البتہ بچہ جب بھی ماں باپ میں سے ایک کے زیر پرورش ہو تو دوسرے فریق کو وقتاً فوقتاً بچوں سے ملاقات کا حق حاصل رہے گا۔

شرعاً حق پرورش بعض دفعہ ماں کے علاوہ باپ ہی کو نہیں؛ بلکہ دوسرے رشتہ داروں جیسے نانی، دادی، بہن، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کو بھی حاصل ہوتا ہے اور جب عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کر لے جو زیر پرورش لڑکے یا لڑکی کا محرم رشتہ دار نہ ہو تو ماں کا حق پرورش ختم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں بچے کو ماں کے زیر پرورش رکھنا بچوں کے مفاد میں نہیں ہوتا؛ لیکن اس مجوزہ قانون کے رو سے مطلقاً ماں کو پرورش کا حقدار قرار دے دیا گیا ہے، اس سے باپ اور دوسرے حقداروں کے حقوق متأثر ہوں گے اور خود بچوں کو نقصان پہنچے گا۔

(۷) اس مجوزہ قانون میں مطلقہ اور اس کے بچوں دونوں کا نفقہ مرد پر عائد کیا گیا ہے؛ حالاں کہ طلاق کے بعد عورت کا نفقہ سابق شوہر پر واجب نہیں ہوتا، ہاں، بچے چوں کہ اسی کی اولاد ہیں؛ اس لئے ان کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا اور جب تک حق پرورش حاصل ہونے کی بنا پر عورت ان بچوں کی پرورش کرے گی تو پرورش کی اُجرت اس مرد کے ذمہ واجب ہوگی۔

(۸) مجوزہ قانون کی دفعہ: ۴؟ میں فوری اثر کے ساتھ پڑنے والی ناقابل رجعت طلاق پر تین سال کی جیل کی سزا اور اس کے علاوہ جرمانہ کی بات کہی گئی ہے؛ ایک تو اس لئے یہ سزا غیر منصفانہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا شریعت میں ضرور ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ گناہ کے دائرہ میں آتا ہے؛ لیکن طلاق بائن ایسا عمل نہیں ہے جو بہر حال گناہ کے دائرہ میں آتا ہو، یا فقہاء کی اصطلاح میں طلاق بدعت ہو؛ اس لئے اس پر سزا دینا شرعاً ناقابل قبول ہے۔

(۹) مجوزہ مسودہ قانون میں اگرچہ مقاصد و اسباب کے تحت بین القوسین طلاق بدعت کے ساتھ ایک وقت اور ایک ہی بار میں تین طلاق کا ذکر آیا ہے؛ لیکن عدالتیں عام طور پر قانون کے متن کو پیش نظر

رکھتی ہیں، اس میں اس کی صراحت نہیں ہے، اورصورت حال یہ ہے کہ طلاق بدعت صرف یکبارگی تین طلاق تک محدود نہیں؛ بلکہ فقہاء نے حالت حیض میں طلاق دینے کو بھی بدعت قرار دیا ہے، چاہے ایک ہی طلاق دی جائے، تو عدالتیں اس سلسلہ میں غلط فہمی کا شکار ہوسکتی ہیں اور وکلاء جو الفاظ کی بازی گری سے اپنے کیس کو ثابت کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، وہ ایسے شخص کے لئے بھی اس طرح کی سزا کا مطالبہ کرسکتے ہیں، جس نے اس دوسرے پہلو سے طلاق بدعت دی ہو۔

یہ تو اس مجوزہ قانون کا شرعی پہلو ہے، اب اس بات کو دیکھئے کہ از روئے انصاف یہ قانون کس حد تک قابل قبول ہے اور کہیں یہ خود تضاد کا حامل تو نہیں ہے، اس سلسلہ میں چند نکات کو پیش نظر رکھنا چاہئے:

(۱) اس قانون کی رو سے ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں بالکل نامعتبر اور کالعدم ہیں، جن کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، یعنی ایک بھی طلاق نہیں پڑے گی تو سوال یہ ہے کہ جو عمل وجود ہی میں نہیں آیا اور قانون کی رو سے عورت اس سے متاثر ہی نہیں ہوئی، تو پھر اس پر سزا دینے کے کیا معنی ہوں گے، اگر کسی شخص نے فضاء میں فائرنگ کی اور اس کی فائرنگ سے کسی شخص کی جان نہیں گئی تو کیا ایسے شخص کو قتل کی سزا دی جائے گی؟

(۲) اس قانون کی رو سے ایک طرف مرد کو تین سال کے لئے جیل بھیجا جائے گا اور دوسری طرف اس پر عورت اور اس کے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، یہ کھلا ہوا تضاد ہے، جب وہ جیل میں ہوگا اور محنت و مزدوری نہیں کرے گا تو وہ عورت اور بچوں کی کفالت کس طرح کرے گا؟ خاص طور پر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تین طلاق دینے کے واقعات زیادہ تر کم تعلیم یافتہ، غریب، اور معمولی روزگار کے حامل لوگوں کے یہاں پیش آتے ہیں، جو بے چارے روز کماتے اور روز کھاتے ہیں۔

(۳) یہ بات بھی نامنصفانہ ہے کہ دنگے فساد میں شامل ہونے والے اور مذہبی مقامات کو نقصان پہنچانے والے کو تو دو سال کی سزا ہو، کرپشن اور چار سو بیسی کرنے والے کو ایک سال کی سزا ہو؛ لیکن تین طلاق دینے والے کو تین سال کی سزا دی جائے اور اس کے علاوہ جرمانہ بھی عاید کیا جائے، یہ نہایت غیر متوازن، مبالغہ آمیز اور غیر منصفانہ سزا ہے۔

(۴) اس سزا کو مزید سخت کرنے کے لئے اس کو ناقابل ضمانت اور قابل دست اندازی پولس قرار دیا گیا ہے؛ حالاں کہ یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے، جس میں کسی کو جسمانی مضرت پہنچائی گئی ہو، یا عزت و آبرو پر

ہاتھ ڈالا گیا ہو، کیا اس میں کوئی معقولیت ہے؟

(۵) پھر اس قانون میں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ عورت کے دعویٰ کرنے پر کارروائی کی جائے گی، مجوزہ قانون مطلق ہے، بظاہر اس کا تقاضا ہے کہ اگر اس شخص کا پڑوسی یا کوئی بدخواہ بلا کسی ثبوت کے یا عورت اوراس کے گھر کے لوگ مرد کے خلاف پولیس میں شکایت کر دیں تو اس بیچارے کو ہتھکڑی لگ جائے، ایسا بے قید قانون ظلم وزیادتی کے دروازے کو کھول دے گا۔

(۶) یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تین طلاق کے کالعدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب شوہر تین سال کی سزا کاٹ کر آئے گا، تو پھر وہ اس عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرے گا، غور کیجئے! جو مرد اپنی بیوی کی طرف سے تین سال کی طویل سزا کاٹ کر اور خطیر جرمانہ ادا کر کے آیا ہے، کیا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر سکیں گے اور انھیں بزور طاقت ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا عقلمندی کی بات ہوگی؟

(۷) اس طرح کے قوانین عورت کے لئے مشکلات پیدا کریں گے، جو لوگ اپنی بیوی سے علاحدگی چاہیں گے اور ان کے لئے تین طلاق یا طلاق بائن کا راستہ بند ہو جائے گا، وہ بیوی کو لٹکا کر رکھیں گے، نہ اس کے حقوق ادا کریں گے اور نہ طلاق دیں گے، ایسی معلقہ عورت کی صورتِ حال مطلقہ سے بھی بدتر ہوتی ہے؛ کیوں کہ نہ وہ اپنے حقوق پاتی ہیں اور نہ اپنی ذات کے بارے میں آزاد ہوتی ہیں۔

(۸) یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے، جن کے دلوں میں کچھ نہ کچھ اللہ کا خوف ہے، جن کو حلال وحرام کی فکر نہ ہو، وہ سوچیں گے کہ ساری مصیبت نکاح کرنے اور نکاح کے بعد طلاق دینے سے پیدا ہو رہی ہے؛ اس لئے نکاح ہی نہ کیا جائے؛ بلکہ چوں کہ قانون بالغ مرد وعورت کو آپسی رضامندی سے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور صنفی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے؛ اس لئے جب تک جس کے ساتھ موافقت رہے، زندگی اس کے ساتھ گزاری جائے، اور جب جی اُکتا جائے، نیا رفیق تلاش کر لیا جائے، طلاق کو مشکل بنانا ان اہم اسباب میں سے ہے، جن کی وجہ سے اس وقت مغربی ملکوں میں نکاح کی شرح گھٹتی جا رہی ہے، خاندانی نظام بکھرتا جا رہا ہے اور اپنی پہچان سے محروم بچوں کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے؛ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے حقوق کی حفاظت کے نام پر بننے والا یہ قانون اپنے اثرات ونتائج

کے اعتبار سے خود خواتین کے لئے نقصاندہ ہے۔

البتہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے اور اس کے چند اہم نکات یہ ہو سکتے ہیں:

(۱) صرف ایک ساتھ تین طلاق دینے پر ایک مناسب اور متوازن سزا تجویز کی جائے، اور وہ سزا ایسی ہو جس سے مطلقہ عورت کو فائدہ ہو۔

(۲) بچوں کا نفقہ تو شرعاً اس کے باپ پر واجب ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ جب تک عورت بچوں کی پرورش کرے، اس کو سابق شوہر کی طرف سے مناسب اُجرت پرورش بھی دلائی جائے، جو فقہاء کی تصریحات کے مطابق اتنی ہونی چاہئے کہ اس کے خورد ونوش اور رہائش کا انتظام ہو جائے۔

(۳) مہر اور نفقۂ عدت جلد سے جلد ادا کرایا جائے۔

(۴) اس نوعیت کے مقدمات کے لئے فاسٹ ٹریک عدالتیں قائم کی جائیں، جو ایک مقررہ مدت مثلاً تین ماہ کے اندر فیصلہ سنا دے۔

(۵) حکومت ایسی مظلوم عورتوں کی طرف سے وکیل کی ذمہ داری قبول کرے اور متاثرہ عورت پر اخراجات مقدمہ کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

یہ تو اس مجوزہ قانون کے اثرات ونتائج اور ان کے حل کے بارے میں گفتگو تھی؛ لیکن یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ ہندوستان کے دستور کی بنیاد کثرت میں وحدت اور اقلیتوں کی مذہبی وتہذیبی آزادی پر ہے؛ اسی لئے دستور کے بنیادی حقوق کی دفعات میں اس کی ضمانت دی گئی ہے، حکومت کو ہرگز کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہئے، جو دستور سے انحراف پر مبنی ہو، اس کی روح کو متاثر کرتا ہو، اور اس سے اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو۔

❍❖❍

طلاق؛ عدل وانصاف پر مبنی اسلام کا ایک مستحکم قانون

مفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند

''نکاح'' ایک پائدار معاہدہ:

نکاح انسانیت کی بقا اور فطری نظام زندگی کیلئے ایک عظیم نعمت ہے، اس کے ذریعہ جہاں ایک طرف انسان کی فطری ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے اور دنیا میں توالد وتناسل کا پاکیزہ نظام قائم ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف ایک عبادت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ سنت ہے۔

اسلام نے اس عبادت سے متعلق جو تعلیمات اور ہدایات دی ہیں، اُن کی رو سے ایک مرد پر عورت کیلئے حق مہر، نان ونفقہ اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا، نیز حسن معاشرت ضروری ہے؛ جبکہ عورت کی طرف سے عفت وپاک دامنی، نیک چلنی اور شوہر کی اطاعت وفرماں برداری شرط قرار دی گئی ہے؛ اس لئے کہ اسلام کی نظر میں نکاح کوئی وقتی اور محدود معاہدے کا نام نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک ایسا مضبوط شرعی عہد اور بندھن ہے، جس کا ہمیشہ باقی رکھنا مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

لہٰذا جو چیز بھی اس معاہدے کے دوام اور بقا میں رکاوٹ بن سکتی ہے، شریعت نے اُس پر متنبہ کر کے میاں بیوی کو خاص احکامات دیے ہیں؛ چنانچہ دونوں کو ایک دوسرے کے شرعی حقوق ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے، مردوں کو مخاطب بنا کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''**وَعَاشِرُوهُنَّ بِالمَعرُوف، فَان كَرِهْتُمُوهُنَّ، فَعَسىٰ أن تَكرَهُوا شيئًا، وَهُو خَيرٌ لَّكُم**'' (نساء، رکوع:۳۱) ''اُن عورتوں کے ساتھ اچھی گذر بسر کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں، تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور خدا اُس کے اندر کوئی بڑا فائدہ رکھ دے۔''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''**استَوصُوا بالنِّسَاء خَيرًا، فانَّهُنَّ خُلِقنَ مِن ضلع، وان أعوجَ شَيء في الضّلع أعلاه، فان ذَهَبتَ تُقِيمُه، كسرته، وان تركته، لم يزل أعوج، فاستوصُوا بالنِّساء**'' (متفق علیہ) ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو؛ اس لئے کہ اُن کی پیدائش مرد کی پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائیگی اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہ جائیگی؛ اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔''

مذکورہ آیت وحدیث میں مردوں پر عورتوں کے حقوق اُن کے ساتھ ہمدردی وحسن سلوک کا تاکیدی حکم ہے۔

دوسری طرف عورتوں کو بھی مردوں کے حقوق ادا کرنے، خاص طور پر شوہر کی اطاعت وفرماں برداری اور عفت و پاک دامنی کے بارے میں سخت تاکید کی گئی ہے اور جو عورت ان صفات کے ساتھ متصف ہو اُس کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے: ''مومن بندہ خدا کے ڈر اور پرہیزگاری کے بعد جو سب سے بہتر چیز حاصل کرتا ہے وہ نیک خصلت بیوی ہے کہ اگر وہ اسے حکم دیتا ہے تو مانتی اور فرماں برداری کرتی ہے، اُس کو دیکھتا ہے تو اسے خوشی اور مسرت ہوتی ہے، اگر اُس پر کوئی قسم کھاتا ہے تو اسے پورا کرتی ہے، اور اگر شوہر کہیں چلا جاتا ہے تو اُس کے غائبانہ میں اپنی جان، عزت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔'' (مشکوٰۃ)

طلاق سے متعلق شریعت کی اصل منشاء:

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ نکاح ایک شرعی پائیدار معاہدہ ہے؛ لہٰذا سخت ضرورت کے بغیر اُس کو ختم کرنا یا ختم کرنے کا مطالبہ کرنا اسلام میں ناجائز وممنوع اور نکاح کے بنیادی مقصد اور اسلامی منشا کے خلاف ہے، اسی معاہدے کو ختم کرنے کا نام دوسرے لفظوں میں ''طلاق'' ہے۔ احادیث میں بلا ضرورت اس کا اقدام کرنے پر ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے: ''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس حدیث کے ضمن میں فرمایا: ''مطلب یہ ہے کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے؛ اس لئے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کیلئے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہوجاتی ہے، جہاں تک ہوسکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار ومحبت سے رہنا چاہیے۔'' (بہشتی زیور) ایک روایت میں ہے:

أیما امرأۃ سألت زوجھا طلاقًا في غیر ما بأس، فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ. (أبوداؤد)	جو عورت سخت مجبوری کے بغیر خود طلاق طلب کرے، اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اسی طرح ایک لمبی حدیث میں ارشاد ہے: ''شیطان اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے، پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، اُن لشکر والوں میں سے رتبہ کے اعتبار سے شیطان کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوتا ہے، جو اُن میں سب سے زیادہ فتنہ باز ہو، یعنی: سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیلا ہوتا ہے،

جوسب سے بڑا فتنہ برپا کرے، اُن میں سے ایک آ کر کہتا ہے: میں نے یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا، شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا، ایک آ کر کہتا ہے: میں نے فلاں شخص کو اُس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اُس کے اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، تو شیطان اُس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور اپنے گلے سے لگا کر کہتا ہے: ''ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے، بلاضرورت اس کا ارتکاب کرنا عرشِ الٰہی کو ہلانا اور شیطان کو خوش کرنا اور عورت کا بلاضرورت طلاق کا مطالبہ جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب ہے۔

میاں بیوی کے ناخوش گوار حالات میں اسلام کی تعلیمات وہدایات:

ماقبل میں یہ بات وضاحت کے ساتھ آچکی ہے کہ نکاح ایک دائمی رشتہ کا نام ہے، اسلام کا اصل منشأ اس رشتہ کو باقی اور قائم رکھنا ہے؛ اسی لئے بلاضرورت اس رشتہ کو توڑنے کی سخت مذمت بیان کی جاچکی ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان حالات خوش گوار نہیں رہتے، آپسی نا اتفاقیاں پیدا ہوجاتی ہیں، دونوں میں نبھاؤ مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں بھی اِسلام نے جذبات سے مغلوب ہوکر جلد بازی میں فوراً ہی اس پاکیزہ رشتہ کوختم کرنے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ میاں بیوی دونوں کو مکلّف بنایا کہ وہ حتیٰ الامکان اس بندھن کوٹوٹنے سے بچائیں؛ چنانچہ عورت کی طرف سے نافرمانی کی صورت میں مردوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے: ''وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا''۔(النساء)

اس آیت کے ذریعے قرآن نے آپسی خلفشار اور انتشار کو ختم کرنے کے تین طریقے بیان کیے ہیں:

- اگر عورت کی نافرمانی کا خطرہ ہو، تو حکمت اور نرمی کے ساتھ پہلے اُس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔
- اگر سمجھانا موثر نہ ہو، تو عارضی طور پر اُس کا بستر الگ کردیا جائے۔
- اگر دوسری صورت بھی مفید ثابت نہ ہو اور عورت اپنی عادت پر قائم رہے، تو کچھ زجر وتوبیخ اور ہلکے درجہ کی سرزنش سے کام لیا جائے۔ اور مردوں کی طرف سے کسی قسم کی بدسلوکی کے وقت عورتوں کو یہ ہدایت ہے:

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا. (النساء)	کسی عورت کو اگر اپنے شوہر کی بدسلوکی سے ڈر یا اُس کی بے اعتنائی سے شکایت ہو، تو میاں بیوی کیلئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں ایک خاص طور پر صلح کرلیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں یعنی عورت اگر ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا اور اس لئے اس کو چھوڑ نا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے، مثلاً نان ونفقہ معاف کردے یا مقدار کم کردے؛ تاکہ وہ چھوڑے نہیں اور شوہر کو بھی جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کرلے۔

اگر اس سے بھی معاملہ حل نہ ہو اور خدانخواستہ آپس کے تعلقات بہت ہی خراب ہوجائیں، پھر بھی شریعت نے رشتۂ نکاح کو توڑنے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ یہ حکم دیا کہ میاں بیوی دونوں اپنی طرف سے ایک ایک ایسا پنچ اور ثالث مقرر کرلیں جو مخلص اور خیر خواہ ہوں، جن کا مقصد اختلاف کو ختم کرانا ہو؛ اس لئے دونوں پنچ پوری ایمان داری اور انصاف کے ساتھ اختلاف کا جائزہ لیں اور دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں۔

ارشاد باری ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا. (النساء)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی اور ناخوش گوار حالات کے مسئلہ کا ابتدائی حل طلاق دینا نہیں ہے؛ بلکہ اختلاف کے اسباب کو تلاش کرکے اُس پر روک لگانا ہے۔

طلاق؛ ناموافق حالات میں غلط اقدام سے بچنے کا واحد حل:

صلح وصفائی کی مذکورہ تمام صورتوں کو اختیار کرنے کے بعد بھی ممکن ہے کہ حالات قابو میں نہ آئیں اور دونوں میں موافقت اور نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے، زوجین میں باہم اعتماد ختم ہوجائے اور اللہ تعالی کے قائم کردہ حدود واحکام کو پورا کرنا مشکل ہوجائے، تو ایسی آخری حالت میں بھی معاہدۂ نکاح کے برقرار رکھنے پر مجبور کرنا دونوں پر ظلم ہے، ایسی صورت میں اُن کی زندگی تنگی و پریشانی کا بدترین نمونہ بن جائے گی، جس کے نتیجے میں قابلِ نفرت گھناؤنی اور ناپسندیدہ حرکتوں کے صادر ہونے کا امکان ہے، نیز اس میں خاندانی فوائد کے بجائے سیکڑوں مصیبتیں اور مضرتیں ہیں۔

اسلام کی نظر میں طلاق اگر چہ ایک ناگوار اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن ایسے حالات میں بھی اگر طلاق کی بالکل ممانعت کردی جائے، تو یہ نکاح دونوں کیلئے سخت فتنہ اور پریشانی کا سبب بن جائے گا، لہٰذا ایسی مجبوری میں شریعتِ اسلامی نے طلاق کی گنجائش دی ہے؛ کیونکہ نکاح کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات اور سخت ضیق وتنگی کی حالت سے نکلنے کا پرامن اور پرسکون راستہ صرف طلاق ہے، اس کا کوئی متبادل نہیں ہے، شریعت کی طرف سے ایسے حالات میں طلاق رحمت پر مبنی ایک قانون ہے، جس میں مرد کو اجازت ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دیکر

دوسری عورت سے نکاح کرلے، اسی طرح عورت بھی نکاح سے آزاد ہوکر چاہے تو دوسری جگہ اپنا نکاح کرلے۔

طلاق دینے کا صحیح اور بہتر طریقہ:

جب طلاق دینے ہی میں شوہر اور بیوی دونوں کیلئے راحت ہو، اس کے بغیر دونوں کیلئے خوشگوار زندگی گذارنا ممکن نہ ہو، تو ایسی حالت میں بھی شریعت نے مرد کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جس طرح چاہے اور جتنی چاہے طلاق دیدے؛ بلکہ اس کے حدود اور ضابطے طے کیے، جن سے اسلام کے قوانین کی جامعیت اور اُن کا فطرت کے عین مطابق ہونا خوب واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ طلاق دینے کا اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ

- بیوی کو صاف لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، شوہر بیوی سے کہے "میں نے تجھے طلاق دی۔
- طلاق اس وقت دی جائے، جب عورت پاک ہو اور اُس پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی گئی ہو؛

کیونکہ ماہواری کے دوران طلاق دینا گناہ ہے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دی جائے گی، تو ممکن ہے کہ حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے اُس کی عدت لمبی ہوجائے، جو عورت کیلئے مشقت اور پریشانی کا سبب ہے۔

طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اگر لوگ طلاق دینے کے اسی طریقہ کو اختیار کریں، تو طلاق کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل پیدا نہ ہوں؛ اس لئے کہ عام طور پر وقتی تکلیف اور عارضی اختلاف کی وجہ سے غصے میں آدمی طلاق دے ڈالتا ہے؛ لیکن بعد میں دونوں کو اس کا شدید احساس ہوتا ہے اور طلاق کے باوجود ایک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی؛ بلکہ کبھی پہلے سے زیادہ اس میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ پھر دونوں پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ ازدواجی زندگی قائم کرنا چاہتے ہیں، دونوں کے خاندان والوں کی بھی یہی خواہش رہتی ہے اور اگر سوچ سمجھ کر طلاق دی گئی ہو، تو بھی مذکورہ طریقہ کے خلاف اختیار کرنے میں مختلف قسم کی پریشانیاں پیش آتی ہیں۔

ان دشواریوں کا حل یہی ہے کہ بدرجہ مجبوری صرف ایک طلاق دی جائے؛ اس لئے کہ ایک طلاق دینے کی صورت میں شوہر کیلئے عدت کے اندر اندر ہی رجوع (یعنی دوبارہ نکاح کے بغیر بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لینے) کا اختیار رہتا ہے۔

اور اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا، تو عدت گذرنے کے بعد بیوی اگرچہ اُس کے نکاح سے نکل جاتی ہے؛ لیکن دونوں کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ نئے سرے سے دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے، اس صورت میں حلالۂ شرعی شرط نہیں ہے۔

اسلام میں تین طلاق کیوں اور کیسے؟

ماقبل میں طلاق دینے کا سب سے بہتر اور افضل طریقہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت بیوی کی پاکی کی حالت میں جس میں اُس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو، صریح لفظوں میں ایک طلاق دینی چاہیے۔

لیکن بسا اوقات آدمی تین طلاق دے کر رشتۂ نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کیلئے رجوع اور تجدید نکاح کا موقع آیندہ باقی نہ رہے۔

ایسی صورت میں بھی شریعت اسلامی کی تعلیم یہ ہے یک بارگی تین طلاق نہ دی جائے؛ بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر غور وفکر کیا جائے۔

اگر حالات صحیح نہ ہوسکیں تو ایک ماہواری گذرنے کے بعد دوسری پاکی کی حالت میں دوسری طلاق دیدی جائے۔

پھر غور کیا جائے: اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکیں اور تیسری طلاق دے کر رشتۂ نکاح کو بالکلیہ ختم کرنے ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گذرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دیدی جائے۔ اس کے بعد رشتۂ نکاح بالکلیہ ختم ہوجائے گا، اب مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کیلئے حرام ہوجائیں گے اور دونوں کیلئے آپس میں دوبارہ نکاح کرنا اسی صورت میں ممکن ہوسکے گا؛ جب کہ مطلقہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور دوسرا مرد صحبت بھی کرلے، پھر یا تو بقضائے الٰہی انتقال کرجائے یا طلاق دیدے، ایسی صورت میں دوبارہ عدت گذارنے کے بعد ہی نکاح کی گنجائش نکل سکے گی، اس کے بغیر ازدواجی تعلق قائم کرنے کی کوئی شکل نہ ہوگی۔

شریعت اسلامی نے تین طلاق کے بعد ازدواجی تعلق بالکلیہ ختم کردیا اور رجعت کا حق نہیں دیا کہ اگر تین طلاق کے بعد بھی رجعت کا حق دیدیا جائے، تو طلاق کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور اسلام کا نظام طلاق میاں بیوی کی عافیت کے بجائے وبال جان اور مصیبت بن جائے گا۔ چنانچہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے شروع زمانے میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دسیوں طلاق دیدیتا، تو بھی عدت کے اندر اندر بہرحال اسے رجعت کا حق حاصل رہتا، جس کی وجہ سے عورت کی زندگی اجیرن بن جاتی تھی۔

اسی طرح دور نبوی میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوگیا اور اُس سے یہ کہہ دیا کہ نہ تو میں تجھے رکھوں گا اور نہ ہی تجھے الگ ہونے دونگا، بیوی نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ تو اُس نے کہا کہ تجھے طلاق دیتا رہوں گا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرتا رہوں گا، تو اُس عورت نے جناب

رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا، جس پر یہ آیت کریمہ ’’الطلاق مرتان ... الآیۃ‘‘ نازل ہوئی، جس کے ذریعہ عورت کے استحصال اور اُس پر ہونے والے ظلم کا دروازہ بند کردیا گیا اور شوہر کو تاکید کردی گئی کہ یا تو اچھی طرح بیوی کو رکھے یا پھر اچھے انداز سے اسے چھوڑ دے؛ البتہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجعت کا حق دیا گیا؛ تاکہ آدمی اگر چاہے، تو اپنے نقصان کی تلافی کرسکے اور تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر رشتۂ زوجیت قائم کرنا ممنوع قرار دیا گیا؛ تاکہ لوگ طلاق کو مذاق نہ بنالیں۔

اسلام میں تین طلاق دینے کا یہ اصل اور بہتر طریقہ ہے، اس طریقہ میں اگر غور کیا جائے، تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اسلام کا نظامِ طلاق کتنی گہرائی اور مصالح پر مبنی ہے، رشتۂ نکاح کو بالکلیہ ختم کرنے کیلئے اسلام نے کم وبیش تین مہینے کی لمبی مدت غور وفکر کرنے کی تعلیم دی ہے؛ تاکہ مکمل انشراح اور بصیرت کے ساتھ فیصلہ لیا جاسکے، اتنے بڑے اور آخری فیصلے کیلئے ظاہر ہے کہ ایسا وقفہ ہونا چاہیے جس میں آدمی کی زندگی معمول پر آجائے، وقتی حالات اور مسائل کا تاثر ختم ہوجائے اور مخلصین اور بڑوں سے مشورہ اور مذاکرہ کے بعد کوئی قدم اٹھایا جاسکے۔

ایک ساتھ تین طلاق دینا ایک بڑا گناہ:

اگر کوئی شخص طلاق سے متعلق ماقبل میں بیان کی ہوئی اسلام کی مستحکم تعلیمات کو نظرانداز کرکے یک بارگی تین طلاق کا اقدام کرے (جیسا کہ آج کل بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے) تو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں یہ بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، ایسا شخص سخت گنہگار ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اُس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جائے گا؟ (نسائی)

اسی طرح ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کہ میرے والد نے میری والدہ کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تمہارا والد خدا سے ڈرتا، تو اللہ اُس کیلئے راستہ نکالتا، اب تو بیوی تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے

اللہ کی نافرمانی کر کے گناہ کا کام کیا اور شیطان کی پیروی کی۔ (طحاوی)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا شیطانی عمل اور گناہ کا کام ہے، اس لئے ایک مسلمان کو تین طلاق ہرگز نہیں دینی چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے شریعت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، تو تین طلاق بلاشبہ واقع ہوجائے گی، یہ بھی شریعت کا ایک متفق علیہ حکم ہے، جمہور علماء ''خلف وسلف، تابعین، تبع تابعین، امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب، امام مالکؒ اور اُن کے اصحاب، امام شافعیؒ اور اُن کے اصحاب، امام احمدؒ اور اُن کے اصحاب، جمہور فقہائے کرام، محدثین عظام وغیرہ'' کا یہی مسلک ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی؛ البتہ اس کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوگا۔

طلاق کا حق صرف شوہر کو کیوں؟

طلاق کے بارے میں شریعت کا مزاج معلوم ہو چکا ہے کہ طلاق کسی وقتی منافرت اور عارضی اختلاف کی وجہ سے نہیں دینی چاہیے؛ بلکہ طلاق سے پہلے شریعت کی بتلائی ہوئی تدابیر اور ہدایات پر عمل کرنے کے بعد بھی اگر مسئلہ حل نہ ہو اور میاں بیوی دونوں کو اس کا یقین ہو کہ ہمارے لئے عافیت اور سلامتی جدائیگی ہی میں ہے، تو ایسی صورت میں سوجھ بوجھ اور باقاعدہ ہوش وحواس کے ساتھ طلاق دینی چاہیے، ظاہر ہے کہ طلاق سے متعلق اسلام کے اِس معتدل اور عدل وانصاف پر مبنی فطری نظام میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ طلاق کا حق صرف شوہر کو کیوں دیا گیا، عورت کو کیوں نہیں دیا گیا؛ اس لئے کہ اس سوال کا منشا یہ ہے کہ نعوذ باللہ اسلام نے طلاق کا حق صرف مردوں کو دے کر عورت کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کیا ہے؛ حالانکہ ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اسلام میں طلاق کا نظام عین عدل اور انصاف کے مطابق ہے، اُس نظام کو اگر اسی طرح برتا جائے، جیسا شریعت کا منشاء ہے، تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوگا۔

تاہم اُن لوگوں کیلئے جو احکامِ اسلام کے مصالح اور حکمتوں کو ناقص عقل انسانی کے زاویہ سے دیکھنا چاہتے ہیں، نیز بعض اُن لوگوں کیلئے بھی، جن کو شریعت کے ہر حکم پر مکمل بصیرت اور انشراح ہے؛ لیکن وہ مزید اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں؛ ہم اس کی ایک اہم حکمت پیش کرتے ہیں۔

طلاق کا حق مرد کو دیا جانا مرد کے مزاج وطبیعت کے موافق ہے، اس کے برخلاف عورت کو یہ حق ملنا خود اُس کی فطری شرم وحیا اور مزاج وطبیعت کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ اس حق کا صحیح استعمال کرنے کیلئے بہت

سی اُن صفات کا ہونا ضروری ہے، جن صفات میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں ایک گونہ فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: طاقت وقوت، جرأت وہمت، خوداعتمادی، دوسروں سے متاثر نہ ہونا، زبان پر قابو رکھنا، دوراندیشی، جلد بازی اور جذباتیت سے بچنا؛ یہ اور ان کے علاوہ بہت سی صفات ہیں، جن میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں عام طور پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالی نے عورتوں کو بھی مردوں پر بہت سی صفات اور خوبیوں میں فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: الفت ومحبت، رحم دلی اور نرمی، تحمل و برداشت۔ مرد اور عورت کے اِس طبعی فرق کو ساری دنیا کے سمجھدار لوگ تسلیم کرتے ہیں؛ اس لئے کہ نظام عالم کے متوازن طریقہ پر چلنے کیلئے مرد اور عورت کے درمیان اس فطری فرق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

حق طلاق بھی اسی لئے مردوں کو دیا گیا کہ اُن کے اندر اللہ کی طرف سے ودیعت کی جانے والی مذکورہ بعض خصوصی صفات کی بنا پر عورتوں کی بہ نسبت اس حق کو صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت اور اہلیت زیادہ ہے؛ اسی لئے اگر کوئی مرد اس حق کا غلط استعمال کرتا ہے، تو شریعت اسلامی کی نگاہ میں وہ سخت مجرم اور نافرمان سمجھا جاتا ہے؛ کیونکہ اُس نے صلاحیت اور اہلیت کے باوجود جان بوجھ کر اپنے حق سے غلط فائدہ اٹھایا۔

یہ حکمت ہم نے مثال کے طور پر پیش کر دی ہے، علمائے کرام نے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں، جن کا ذکر ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے؛ بلکہ یہاں پر ہم خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت اسلامی اللہ کا وہ پسندیدہ مذہب ہے، جو ہر اعتبار سے کامل و مکمل کر دیا گیا ہے اور اس مذہب کا ہر حکم اپنے اندر ہزار ہا ہزار حکمتوں اور مصلحتوں کو لیے ہوئے ہے، ایک مسلمان کی بندگی اور عبدیت کی اصل شان یہ ہے کہ وہ ہر حکم الٰہی کو فکری اور عملی طور پر محض اس بنیاد پر تسلیم کرے کہ یہ ساری دنیا کے مالک وخالق، بندوں کے مشفق ومحسن، بندوں کی مصلحتوں اور فائدوں کو اُن سے زیادہ جاننے والے، غیب کے بھیدوں سے واقف اور کائنات کے نظام کو چلانے والے ایک معبود حقیقی کا حکم ہے۔ حکم الٰہی کی گہرائیوں اور اُس کی حقیقی حکمتوں کا انسان کی ناقص عقل کے ذریعہ پورے طور پر ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ بندگی کی یہ شان ایک مسلمان کے ایمان کا اعلی مقام ہے۔ بشکریہ دارالعلوم دیوبند ویب سائٹ (جاری)

❍❖❍

اجتماعی زندگی میں ''پردہ پوشی'' کی اہمیت!

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، گھمن

آج اہل اسلام تعداد میں نہ کم ہیں، نہ ہی دولت، اقتدار، اسباب وسائل میں کسی قوم سے پیچھے ہیں؛ لیکن بحیثیت قوم عزت ووقار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، باہمی عداوت، نفرت، بغض وعناد اور حسد وجلن جیسے دیمک نے اس کے مضبوط اور باا ثر وجود کو چاٹنا شروع کر دیا ہے، نتیجتاً مسلمان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے کھوکھلا ہو چکا ہے، جب کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے ایسی معاشرت سپرد کی تھی، جس میں باہمی محبت، انس ومودت، اخوت و بھائی چارگی، خیر خواہی و ہمدردی، شفقت واحترام، عزت وتوقیر اور عظمت ومرتبت موجود تھی، اس حوالے سے آپ کی زبان مبارک سے تمام مسلمانوں کو آپس میں ''اخوت'' کے اعزاز سے نوازا گیا: ''**المسلم اخو المسلم**''۔

روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان خواہ کسی بھی رنگ، نسل، قبیلے، برادری یا علاقے سے تعلق رکھتے ہوں ان کا آپس میں بھائیوں والا تعلق ہونا چاہیے ایک مسلمان کی خوشی سے دوسرے کو بھی خوشی حاصل ہونی چاہیے اور اگر کسی ایک کو کوئی دکھ، رنج، الم یا پریشانی پیش آتی ہے تو اس کی تکلیف بھی تمام مسلمانوں کو محسوس ہونی چاہیے۔

آپس میں اجتماعی زندگی گزارتے وقت کئی طرح کے امور پیش آتے ہیں مختلف المزاج انسانوں کے جمگھٹے میں بعض ناگوار اور غیر مناسب باتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں، ایسے مواقع پر اسلام ہمیں غیر مناسب باتوں کو اچھالنے کی بجائے چھپانے کا درس دیتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ''پردہ دری'' کے ماحول میں پروان چڑھ رہے ہیں جب کہ ہمیں ہمارے رسول ﷺ نے ''پردہ پوشی'' والے مقدس ماحول بنانے کا حکم دیا تھا۔

متعدد احادیث اس بارے میں کتب حدیث میں مذکور ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا فرمان نقل کرتے ہیں جو خوشگوار اجتماعی زندگی کا روشن مینارہ ہے۔

آپس میں رہتے ہوئے اگر کسی کا کوئی عیب گناہ یا غیر اخلاقی کام دیکھ لیں تو اسے جگہ جگہ اچھالنے سے گریز کریں، بلکہ اسے چھپالیں، جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے گا اسے ذلت ورسوائی سے بچائے گا تو اللہ کریم روز قیامت اس کے گناہوں کو چھپالیں گے۔

ایک اور حدیث میں اس بات کا سبق بھی دیا گیا ہے کہ آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کو موجزن رکھا جائے، اگر کوئی مسلمان پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنے

کی حتی المقدور کوشش کی جائے، جو شخص کسی کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کیلئے کسی معاملے میں آسانی پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا و آخرت کی میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا فرمائیں گے، جب تک آدمی اپنے بھائی کی ہر ممکن مدد کرنے میں لگا رہتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی ''امداد'' فرماتے رہتے ہیں۔

امام طبرانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مومن بھائی کے عیوب کو دیکھ کر چھپالیتا ہے تو اللہ اسے بدلے میں جنت عطاء فرمائیں گے۔

امام نسائی، ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب حدیث میں صحیح سند کے ساتھ ایک واقعہ نقل کیا ہے: دُخین ابوالہیثم نامی ایک شخص نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو اپنے پڑوسیوں کے بارے میں بتایا کہ وہ شراب خوری کرتے ہیں پھر ان سے پوچھا کیا میں ان کی اطلاع پولیس کو کردوں؟ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرمانے لگے: ہرگز نہیں! بلکہ تم ان کو سمجھاؤ اور اللہ کے خوف سے ڈراو، ابوالہیثم کہنے لگے: کہ میں نے انہیں بارہا اس کام سے باز رہنے کو کہا لیکن وہ نہیں رکتے، کیا ایسی صورت میں ان کی اطلاع پولیس کو کردوں؟ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرمانے لگے: او اللہ کے بندے! ایسا نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کو اس کا اتنا بڑا اجر عطاء فرماتے ہیں جیسے اس نے زندہ درگور کی جانے والی بچی کو زندہ بچالیا ہو۔

امام طبرانیؒ انہی عقبہ بن عامرؓ کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ مسلمہ بن مخلدؓ کے پاس ملنے کیلئے تشریف لے گئے تو دربان نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا اور آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے اندر سے مسلمہ بن مخلدؓ نے یہ صورتحال دیکھی تو اپنے چوکیدار سے کہا کہ انہیں اندر آنے دیں۔ جب حضرت عقبہ بن عامرؓ تشریف لائے تو مسلمہ بن مخلدؓ سے فرمانے لگے میں محض آپؓ کی زیارت کیلئے نہیں آیا بلکہ مجھے آپ سے ایک کام بھی ہے۔ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: ''جسے اپنے بھائی کی برائی یا غیر اخلاقی کام کے بارے میں معلوم ہو جائے اور وہ اسے چھپالے۔ یعنی اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے، مسلمہ بن مخلدؓ نے فرمایا: کہ ہاں مجھے آپ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرمانے لگے: کہ میں محض اسی لئے آپؓ کے پاس حاضر ہوا تھا کہ آپؓ سے اس کی تصدیق حاصل کرلوں۔ بقیہ صفحہ 63/ پر ملاحظہ ہو!

ہر برائی کا علاج قانون نہیں ہے

جناب حفیظ نعمانی صاحب

مودی سرکار تین طلاق کے خلاف اس لئے قانون بنارہی ہے کہ اسے معلوم ہوا ہے کہ سپریم کورٹ کے طلاق ثلاثہ کو ختم کرنے کے بعد بھی بعض مسلمانوں نے تین طلاق دے دی اس لئے اب قانون کے ذریعہ طلاق دینے والے کو سزا اور جرمانہ لیا جائے۔ حکومت کا خیال ہے کہ اس کے بعد تین طلاق کوئی نہیں دیگا۔ جہیز کی وباء ہندو سماج میں اتنی خطرناک ہے کہ اس کی وجہ سے ہزاروں لڑکیاں جلا دی گئیں، زہر دیکر یا گلا گھونٹ کر ماردی گئیں یا خودکشی کرنے پر مجبور کردی گئیں۔ حکومت نے آخر کار جہیز مخالف قانون بنایا جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہوسکتا ہے کانگریس اور اس کے بعد مودی سرکار کو کوئی خبر ایسی ملی ہو کہ مسلم یا ہندو سماج میں جہیز بند ہوگیا اور اب کوئی سسرال میں کسی دولھن سے یہ نہیں کہتا کہ تم لائی کیا ہو؟ لیکن ہر ٹی وی اور ہر اخبار گواہ ہے کہ آج بھی وہ جہیز نہ لانے یا کم لانے کے جرم میں گلے میں ساڑی باندھ کر لٹکنے کی خبریں وہ چھاپ رہے ہیں۔

حکومت ذرا جائزہ لے کر دیکھے کہ وہ کون سا جرم ہے جس کیلئے پہلے کم سزا تھی اور بعد میں سزا سخت اور سخت کی گئی تو وہ جرم ختم ہوگیا؟ سب سے سخت سزا قتل کی ہے یعنی سزائے موت تو کیا اب قتل بند ہوگئے؟ جائزہ لے کر دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ ہر سال اس جرم میں اضافہ ہی ہورہا ہے تو پھر وہ طلاق جو ہزاروں میں کہیں ایک ہوجاتی ہے اس کیلئے شریعت میں مداخلت کرنا ایسی کیا مجبوری ہے؟

مسلم پرسنل لاء بورڈ کی ایک ہنگامی میٹنگ تین دن پہلے لکھنؤ میں ہوئی اس وقت کچھ ایسی خبریں تھیں کہ 26 دسمبر کو حکومت کی طرف سے بل پیش کردیا جائے گا لیکن بل نہیں پیش ہوا۔ بورڈ کی طرف سے ہی یہ بھی کہا گیا تھا کہ بورڈ کے صدر مولانا رابع حسنی صاحب وزیر اعظم سے ملیں گے لیکن ملاقات شاید اس لئے نہ ہوسکی ہو کہ وزیر اعظم شری نریندر مودی اپنی گجرات کی چھینی جھپٹی خوشی کو چار چاند لگا کر بڑی کرنے میں مصروف ہیں اور جیسے اتر پردیش میں آدتیہ ناتھ یوگی کی تاج پوشی میں 80 کروڑ روپے خرچ کئے تھے ایسے ہی 85 کروڑ روپے گجرات کے وزیر اعلیٰ کی تاج پوشی میں پھونک رہے ہوں۔

بورڈ کے صدر کا ایک خط آج اخباروں میں چھپا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تین طلاق کو تعزیری جرم نہ بنایا جائے خط میں کہا گیا ہے کہ طلاق دینے والے کو تین سال کی سزا دینا عورت اور اس کے بچوں کو نفقہ سے

محروم کردینا ہے۔اس لئے اس بل کو عورت کے مفاد میں ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

موجودہ حکومت میں جتنے بھی وزیر ہیں وہ دو کو چھوڑ کر غیر مسلم ہیں اور جو دو مسلمان ہیں وہ اس ماحول کے پروردہ ہیں کہ رجسٹر میں لکھنے سے زیادہ اسلام کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں۔شریعت کے مسائل کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے یا تو شریعت کی تعلیم حاصل کی ہو یا ایسے ماحول میں عمر گذاری ہو جہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہو کہ وضو کے بعد ایڑی سوکھی تو نہیں رہ گئی اور نماز کی جماعت میں وہ جب شریک ہوا تو رکعت پوری ہو چکی تھی یا آدھی ہوئی تھی اور دین و دنیا کے دوسرے مسائل سے بھی واقف ہو۔

ملک میں لاکھوں کسان کہیں سوکھے سے کہیں سیلاب سے کہیں فصل کی اتنی قیمت بھی نہ ملنے سے خودکشی کررہے ہیں کہ وہ آلو دلادکر لاتے ہیں اور سڑکوں پر پھینک کر چلے جاتے ہیں یا رو رہے ہیں کہ کھاد نہیں ملتا یا رو رہے ہیں کہ قرض سے کمر ٹوٹی جارہی ہے لاکھوں بے روزگار ہیں جو روزگار کیلئے سڑکوں پر شور مچا رہے ہیں گجرات کے الیکشن میں کپاس اور مونگ پھلی کے کسان دونوں کو شکایت تھی کہ حکومت نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اترپردیش میں ہزاروں وہ ٹیچر جنہیں اکھلیش نے عارضی طور پر رکھ لیا تھا وہ احتجاج کررہے ہیں وہ عورتیں جو معمولی تنخواہ پر اپنا پورا دن حکومت کا حکم بجالانے پر خرچ کرتی ہیں وہ لکھنؤ کی سڑکیں جام کررہی ہیں۔ غرض کہ ملک میں کروڑوں بے چین ہیں لیکن حکومت کے کانوں میں روئی بھری ہوئی ہے لیکن دولڑکیاں برقع پوش اگر کہہ دیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد ہمیں طلاق دے دی تو سب کام چھوڑ کر حکومت سزا جرمانہ اور ضمانت پر پابندی کے بل کو ضروری سمجھتی ہے۔ملک میں دو کروڑ یا اس سے کم یا زیادہ ایسی مسلمان عورتیں ہوں گی جو اس عمر میں ہوں جس میں عام طور پر طلاق کے واقعات ہوتے ہیں۔اوران میں لاکھوں وہ ہوں گی جو ایک ایک روٹی کیلئے پریشان ہیں حکومت کو آج تک توفیق نہیں ہوئی کہ ان کی روزی کا انتظام کرے لیکن وہ جو کروڑوں میں دس پندرہ ایسی ہیں جن کو طلاق دے دی وہ حکومت کی سگی اولاد ہیں اور حکومت تلوار لے کر طلاق دینے والے کی گردن مارنے پر تیار ہے۔

حکومت جہیز مخالف بل اور اس پر عمل نہ کرنے کی سزا سب کچھ بتا چکی ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج بھی جہیز نہ لانے یا کم لانے کی سزا میں لگ بھگ سات ہزار لڑکیاں موت کا شکار ہوتی ہیں اور ہزاروں مقدمے عدالتوں میں زیر سماعت ہیں جس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ قانون کسی بیماری کا علاج نہیں ہے۔ اور علاج صرف دماغ میں یہ بسانا ہے کہ جہاں تک ہوسکے شادی کے بعد خوبصورت زندگی گذاری جائے۔○○○

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

جناب شاہدؔ کمال صاحب

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کے شعر کا یہ مصرعہ بہت مفہوم خیز ہے، غالبؔ نے اپنے عہد میں مسلمانوں کی ذہنی پسماندگی اور اہل مغرب کی علمی وسائینسی ایجادات اوران کی سیاسی دوراندیشی کے ساتھ ان کی معاشرتی تہذیب کا پھیلاؤ ایک رجحان کی شکل میں تمام شرق وغرب میں پھیلے ہوئے دیگر ادیان عالم کو صرف متوجہ ہی نہیں کر رکھا تھا بلکہ اسے رفتہ رفتہ اپنے حلقہ اثر میں لینا شروع کر دیا تھا۔ دنیا کا ہر پڑھا لکھا شخص اہل مغرب کی تہذیب کو دنیا کی بہترین تہذیب تصور کرنے لگا (آج بھی روشن خیالی کا یہ چلن عام ہے)۔ لہٰذا غالب نے اپنے اس شعر میں اہل کلیسا کی انھیں ترقیات کے پیش نظر یہ شعر تخلیق کیا۔

اس بات سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، مادی ترقیات میں اہل مغرب نے انتہائی ترقی حاصل کی۔ لیکن اپنی اسی ترقی کو اپنے جدید ترین وسائل کے ذریعہ اپنی تہذیب کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کا کام بڑی تندہی سے شروع کر دیا۔ آج اکیسویں صدی میں، پوری دنیا میں جو ہنگامہ آرائی، اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔ اس کا اصل پیش خیمہ مختلف مذاہب وادیان کی تہذیبی ومعاشرتی نظریات کی یلغار ہے۔ جو ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اسی تصادم کی آگ میں آج پوری دنیا جل رہی ہے۔ یہ تہذیبی تصادم تشدد آج ایک بھیانک روپ اختیار کر چکا ہے۔ جسے مذہبی یا مسلکی نظریات سے جوڑ کر ایک دوسرے پر جبر یہ ملسط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ موجودہ عہد میں ہر ملک اسی بے چینی اور کیفیت سے دوچار نظر آرہا ہے، یہاں تک کہ جمہوری ممالک میں یہ ذہنی بیماری ایک وبائی شکل اختیار کر چکی ہے، ملک میں رہنے والے اقلیتی طبقوں پر بالا دستہ حاصل کرنے کیلئے اُن پر اپنے نظریات کو زبردستی تھوپنے کیلئے تشدد اور زیادتی کے مختلف حربے استعمال کئے جارہے ہیں۔ جو صرف آئین کے ہی خلاف نہیں بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ پوری دنیا میں خود کو سب سے زیادہ مہذب اور تہذیب یافتہ سمجھنے والے جمہوری ممالک بھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ انسانیت کی اس تذلیل پر ان کی خاموشی اس آگ کو مزید ہوا دینے کا کام کر رہی ہے۔

موجودہ عہد میں مشرق وسطیٰ اس کی ایک زندہ مثال ہے، جس سے دنیا کے تمام ممالک کو سبق لینے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ کسی بھی مسئلہ کا حل جنگ نہیں ہوتا۔ لیکن دنیا کی بڑی تخریبی طاقتیں اس منصوبے کو

تکمیل تک پہنچانے کیلئے زیادہ تر مسلم ممالک کو اپنا تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ اپنے انھیں حواریوں کے ذریعہ دنیا میں نئے نئے انداز سے اپنے جرائم کی رونمائی کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو لگام کرنے کی ایک کوشش ہے، جس میں یہ طاقتیں کسی حد تک کامیاب نظر آ رہی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں گزشتہ عشرے میں رونما ہونے والے سیاسی واقعات کے منطقی تجزیہ سے یہ بات سامنے نکل کر آتی ہیں۔

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کا یروشلم سے متعلق دیا جانے والا بیان تخریبی سیاست کا ایک بہت بڑا حربہ تھا دنیا کے تمام مسلمانوں کے خلاف، یہ الگ بات ہے کہ لوگوں نے اکثریت کے ساتھ ڈونالڈ ٹرمپ کے اس غیر منطقی بیان کو مسترد کر دیا۔ لیکن اس بیان کا سیاق وسباق بڑ دلچسپ ہے۔ جب یہ معاملہ اقوام متحدہ میں پیش کیا گیا تو دنیا کے ۲۸ رممالک نے ڈونالڈ ٹرمپ کے اس بیان کو یک نشست میں مسترد کر دیا۔ ان ۲۸ رممالک میں ہندوستان بھی شامل رہا۔ ۳۵ رممالک نے اس بیان کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں لیا، اور ۹ رممالک نے ڈونالڈ ٹرمپ کے اس موقف کی تائید کی۔ لیکن سب سے مضحکہ خیز معاملہ یہ تھا کہ امریکی صدارت کی طرف سے دیئے جانے والے بیان کو مسترد کرنے والے ممالک کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر اس بیان کو جن ممالک نے مسترد کیا اس کی مالی امداد بند کر دی جائے گی۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکی صدارت مسلمان سے متعلق کتنی ہمدرد ہے۔ افسوس تو ان اسلامی ممالک پر ہے جو امریکہ کو اپنا سب سے بڑا ہمدرد تصور کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے آج پوری دنیا میں مسلمان بدترین صورت حال کا شکار ہیں۔ اس ناعاقبت اندیشی کا انجام بہت جلد اپنے منطقی انجام کی صورت میں ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ فلسطین، یمن، بحرین، کی موجودہ صورت حال مذہب ومسلک سے کہیں زیادہ اہل مغرب کی تہذیبی نظریاتی پالیسی کا ایک اہم حصہ ہے۔ جسے مسلکی نظریات کا نام دے کر مسلمانوں کو باہم دست وگریباں کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس جنگ کے ظاہری منظر نامہ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل خون سے عبارت ہے۔ لیکن اس کا پس منظر اس کے منظر نامے کے بالکل برعکس ہے۔ اہل کلیسا کی اس تخریبی سیاست کو تمام مسلمانوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے، ورنہ وہ دن دور نہیں کہ قبلہ اول کو یہودیوں کی ملکیت کا قرار دینے والے ممالک خانہ کعبہ کو بھی اپنا ہدف بنا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے عدم اتحاد اور ان کی پراگندہ ہوتی ہوئی طاقت کے خلا سے یہ دجالی طاقتیں ایک بار پھر اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتی ہیں، اور شعائر اسلامی اور مسلمانوں کے مذہبی مقدسات کو

اپنا نشانہ بنا سکتی ہیں۔اس بار یہ فتنہ اتنی قوت کے ساتھ نمو پذیر ہوگا کہ جس کا سد باب مسلمانوں کیلئے بہت ہی مشکل ہوگا، جس میں صرف مسلمانوں کے جان و مال کا نقصان ہی نہیں بلکہ اسلامی میراث کا تحفظ بھی مسلمانوں کیلئے ایک بڑا مسئلہ بن سکتا ہے۔لہذا یہ وقت اس بات کا متقاضی ہے کہ جو اسلامی ممالک جنگی یورشوں کے شکار ہیں، ان کے مسائل کا جلد از جلد تدارک کیا جائے۔خاص کر ریاض حکومت کو اپنی خارجہ پالیسی پر از سر نو غور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔امریکہ اور اسرائیل کی پشت پناہی سے دست برداری میں ہی عافیت کا امکان ہے، ریاض حکومت کو خاص کر یمن اور بحرین کے مسلمانوں پر مسلط کی جانے والی جنگ سے خود کو باز رکھنے کی ضرورت ہے، ورنہ یمن و بحرین میں مسلمانوں پر ہو رہی ظلم و زیادتی اور مظلوموں کے آنکھوں سے بہنے والا آنسو رفتہ رفتہ ایک سیلاب کی صورت اختیار کرنے لگا ہے، جس کا بہاؤ ریاض حکومت کے تخت وتاج کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا، اور اس جنگ کے تماشائیوں کا بھی انجام بھی بڑا عبرتناک ثابت ہوگا۔

امریکہ و اسرائیل نے مشرق وسطیٰ میں جس جنگ کا آغاز کیا تھا اور جس کی زمین سازی کی تھی آج اس کی بساط اسلامی مزاحمتی قوتوں نے کافی حد تک لپیٹ دی ہے، اور ان کے بنائے ہوئے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا ہے، جس کا اندازہ امریکہ و اسرائیل کی بوکھلاہٹ اور ان کی جھنجھلاہٹ سے صاف واضح ہوتا ہے، کہ انھیں اس محاذ پر بری طرح شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے، جس کی رہی سہی کسر یمن، فلسطین اور بحرین پر مسلط کی جانے والی جنگ کے آنے والے نتیجے سے بہت جلد ساری دنیا کے سامنے کھل کر آجائے گا۔ اس لئے کہ اللہ کا وعدہ ہے، کہ ''عنقریب ظالموں کو زیروزبر کر دیا جائے گا۔فہم وفراست رکھنے والے افراد اس تہذیبی نظریات کی جنگ کو مذہبی و مسلکی رنگ دینے والوں کو اچھی طرح سے پہچان چکے ہیں۔اور ان نام نہاد اسلامی ممالک کو بھی دیکھ رہے ہیں جو ان دجالی طاقتوں کے چشم وابرو کے اشارے پر رقص کر رہے ہیں، اور ان کی طرف سے صادر کئے جانے والے فرمان پر سراپا تسلیم نظر آتے ہیں، یہ ان کیلئے ایک تباہی کا مآل کار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔لہذا اس حساس مسئلہ پر کوئی اقدام کرنے سے پہلے موجودہ صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔جس کی طرف غالب جیسے عظیم شاعر نے اشارہ کیا تھا:

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

ثمر ورچوئل اکیڈمی

SAMAR VIRTUAL ACADEMY

مقابلہ جاتی امتحانات رہنمائی مرکز

جناب اشفاق عمر صاحب، سرپرست، ثمر اکیڈمی

دسویں اور بارہویں جماعتیں کامیاب کرنے کے بعد طلبا جونیئر اور سینئر کالجوں میں داخلہ حاصل کرتے ہیں۔ مختلف مسائل اور وجوہات کی بنیاد پر طلبا کی ایک بڑی تعداد کالجوں میں داخل نہیں ہونے پاتی۔ اب یہ اچھی بات ہورہی ہے کہ ان میں سے بہت سارے طلبا اوپن یونی ورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہوئے تعلیم مکمل کررہے ہیں۔ اوپن یونی ورسٹیوں میں فاصلاتی نظامِ تعلیم کے تحت تعلیم دی جاتی ہے۔

موجودہ وقت میں عملِ تعلیم میں ٹکنالوجی کا دخل بڑھ رہا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹکنالوجی (ICT) کا دور ہے۔ عمل تعلیم میں کئے گئے تجربات بتارہے ہیں کہ ICT میں تعلیم پر اہم اور مثبت اثرات ڈالنے کی صلاحیت موجود ہے۔

عملِ تعلیم سے دور، ترکِ تعلیم کا شکار یا اپنی جگہ رہتے ہوئے دور دراز کے کسی مرکز سے تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند طلبا کو دنیا بھر میں انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹکنالوجی کے وسائل کی مدد سے اور فاصلاتی تعلیم کے اصول کے تحت کسی نہ کسی مرکز سے جوڑ کر ان کی مکمل رہنمائی کی جارہی ہے۔ انفارمیشن اینڈ کمیونیکیشن ٹیکنالوجی (ICT) کی بنیاد پر تعلیم فراہم کرنے والے یہ مراکز جغرافیائی حدوں کو پھلانگتے ہوئے بہترین فیکلٹی کی خدمات سے استفادہ کر کے تمام طلبا کیلئے یکساں مواقع فراہم کرتے ہیں۔ انفارمیشن اینڈ کمیونیکشن ٹیکنالوجی میں الیکٹرانک ذرائع سے معلومات کی منتقلی، اسے محفوظ کرنا، تیار کرنا، ڈسپلے کرنا یا تبادلہ کرنا وغیرہ باتیں شامل ہیں۔

انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کی مدد سے اور فاصلاتی تعلیم کے تحت قائم کلاسوں اور مراکز کو ''ورچوئل سینٹر'' کہا جاتا ہے۔

ورچوئل اکیڈمی یا سینٹر میں طالب علم، استاد، کلاس، تعلیمی مواد، یہ تمام چیزیں الگ الگ جگہوں پر ہوتی ہیں۔ طلبا اپنی سہولت سے اکیڈمی کی ویب سائٹ یا ان کے سوشل میڈیا یونٹ یا اپلیکیشن پر رابطہ قائم کرتے ہیں تو انہیں وہاں موجود تمام تر معلومات کو استعمال کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔ وہ ورچوئل اکیڈمی کی ویب سائٹ یا

سوشل میڈیا پر جا کر لیکچرس سن سکتے ہیں۔آڈیو،ویڈیو وغیرہ دیکھ،سن سکتے ہیں۔بحث ومباحثہ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ماہرین سے بات چیت کر سکتے ہیں۔غرض وہ اپنی سہولت اور فری وقت کے مطابق تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم نے انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کے اس ورچوئل نظام کو مقابلہ جاتی امتحانات سے متعلق رہنمائی سے جوڑ دیا ہے۔

عملی اقدامات کرتے ہوئے ہم 3/دسمبر 2017ء کو شہر مالیگاؤں میں ''ثمر ورچوئل اکیڈمی'' کا افتتاح کر چکے ہیں اور اب طلبا و طالبات کے رجسٹریشن کا کام جاری ہے۔ان شاءاللہ 6/جنوری 2018ء سے ثمر ورچوئل اکیڈمی طلبا کو رہنمائی فراہم کرنے کا کام شروع کر دے گی۔

ثمر ورچوئل اکیڈمی میں رجسٹریشن کرانے کے بعد رہنمائی مرکز کا دور ہونا،فیس،رہنمائی کی کمی،تعلیمی مواد،کتابوں،اخبارات وغیرہ کا نہ ملنا،اساتذہ کی رہنمائی کا نہ ملنا اور ایسی دوسری بہت ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی ان شاءاللہ۔کوئی بھی طالب علم یا طالبہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنے موبائل یا کمپیوٹر پر اپنی سہولت سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

مقابلہ جاتی امتحانات کیا ہیں؟

ایم بی بی ایس،انجینئرنگ اور دیگر کئی اعلیٰ کورسیز میں داخلہ حاصل کرنے کیلئے طلبا کو کوئی نہ کوئی انٹرنس امتحان دینا پڑتا ہے اور سلیکشن ہونے پر طلبا کو کالجوں میں فری سیٹ پر داخلہ مل جاتا ہے۔اسی طرح یو پی ایس سی کے امتحانات،ریاستوں کے پبلک سروس کمیشن کے امتحانات،ایل آئی سی اور بینکوں وغیرہ کے امتحانات دینے اور ان میں سیلیکشن ہونے کے بعد ہی اعلیٰ ترین سروسیز مل پاتی ہیں۔یہ تمام امتحانات اپنی نوعیت کے لحاظ سے'مقابلہ جاتی امتحانات'ہوتے ہیں۔موجودہ وقت میں یہ امتحانات سنہرے مستقبل کی چابی بن چکے ہیں۔ ان امتحانات کا نظام اسکول اور کالجوں کے امتحانات سے کافی الگ ہوتا ہے۔اس کیلئے مخصوص انداز میں تیاری کرنا ہوتی ہے۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے طلبا میں مقابلہ جاتی امتحانات کے تصور،تیاری وغیرہ سے متعلق بیداری اور فکر نہیں ہے اس لیے شاندار تعلیمی ریکارڈ کے حامل طلبا بھی اعلیٰ تعلیم مثلاً ایم بی بی ایس، انجینئرنگ اور دیگر کورسیز میں داخلہ حاصل نہیں کر پاتے۔اسی طرح قابل اور ذہین طلبا بھی بیوروکریسی کا حصہ بننے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

مقابلہ جاتی امتحانات سے متعلق مکمل رہنمائی کے لیے اور بالخصوص وہ طلبا جو رہنمائی مراکز تک نہیں پہنچ

پاتے ان کیلئے ہم نے ثمر اکیڈمی کے تحت ''ثمر ورچوئل اکیڈمی'' شروع کی ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ورچوئل اکیڈمی کے ذریعے ہندوستان سمیت دنیا بھر میں ان طلبا تک پہنچیں جو کسی نہ کسی مقابلہ جاتی امتحان میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔

طریقہ کار: ثمر ورچوئل اکیڈمی میں اردو میڈیم یا کسی بھی میڈیم کے کسی بھی گاؤں، شہر کا کوئی بھی بارہویں اور اس سے آگے کی کلاسوں میں زیر تعلیم یا تعلیم حاصل کر چکے طالب علم کو بذریعۂ رجسٹریشن داخلہ دیا جائے گا۔ روزانہ صبح ۸؍ بجے سے رات ۱۰؍ بجے تک مختلف اسٹڈی میٹریل مہیا کیا جاتا رہے گا۔

داخلہ: اکیڈمی میں داخلہ فری ہوگا۔

ثمر ورچوئل اکیڈمی کی ویب سائٹ www.samaracademy.com تیار کی گئی ہے۔ ویب سائٹ، واٹس اپ گروپس اور سوشل میڈیا کے دیگر ذرائع کی مدد سے طلبا کی مسلسل رہنمائی کی جائیگی۔ ہماری کوشش ہوگی کہ کریئر ماسٹرس کا پلیٹ فارم بنایا جائے اور ان کی رہنمائی ونگرانی میں منصوبہ بند طریقے سے رہنمائی کی سرگرمیاں انجام دی جائیں گی۔ گروپ مباحثہ، ماہرین سے مشورے اور دیگر سہولیات مہیا کی جائیں گی۔ طلبا کی تعلیمی پیش رفت کا جائزہ لیا جاتا رہے گا۔ طلبا کو آن لائن ٹیسٹ کے ذریعے امتحانات کے اصل ماحول سے گزارنے کی کوشش کی جائے گی۔ انہیں ای بکس، اخبارات، رسائل وغیرہ پابندی سے ملتے رہیں گے۔ شخصیت سازی سے متعلق مکمل رہنمائی کی جائے گی۔

الحمدللہ ثمر ورچوئل اکیڈمی میں دنیا بھر سے کوئی بھی طالب علم؍طالبہ اکیڈمی میں رجسٹریشن کرا سکتا ہے۔ (رجسٹریشن فارم میں آپ کو اپنا نام، جنم تاریخ، جنس، پتہ، تعلیمی لیاقت، مادری زبان، زبانیں جو جانتے ہوں، موجودہ صورتِ حال (طالب علم یا۔۔۔)، آپ کا اور آپ کے سرپرست کا موبائل نمبر (واٹس اپ نمبر ہو تو بہتر) ای میل، کس زمرے میں رہنمائی کی ضرورت ہے جیسی معلومات لکھنا ہے۔ معلومات بھرنے کے بعد نیچے دیے ہوئے SUBMIT بٹن کو دبایئے۔ آپ کا رجسٹریشن کا کام مکمل ہو جائے گا۔ معلومات انگریزی زبان میں بھریں۔) ہماری ویب سائٹ www.samaracademy.com ہے۔

ہم موجودہ وقت کی رفتار سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے، جدید ترین وسائل اور تمام تر میسر مواقع کا استعمال کرتے ہوئے طلبا وطالبات کو مقابلہ جاتی امتحانات کیلئے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ اس طریقے سے طلبا وطالبات کی رہنمائی کی کمی اور معلومات کا نہ ملنا کی شکایتیں دور ہو جائیں گی ان شاءاللہ۔ ❍❖❍

مجھے تین طلاق بل کیوں منظور نہیں؟

تحریر: سائرہ مجتبیٰ- ترجمہ: نایاب حسن

تین طلاق بل لوک سبھا سے پاس ہونے کے بعد عام مسلمان اب تک ذہنی ونفسیاتی شکست خوردگی کے احساس سے نکل نہیں پا رہے ہیں، بہ طور خاص ان کا مذہبی یا مذہب پسند طبقہ جب کچھ کرنا تھا، تو کر نہیں سکا، اب عجیب وغریب ہیجان میں مبتلا ہے، ایسے میں ایک خوش آیند بات یہ ہے کہ ملک کا انٹلک چوئل گروپ متعلقہ بل کی خطرناکی کو فوری طور پر محسوس کرتے ہوئے اس کی مخالفت کیلئے متحد ہو چکا ہے، اس میں خود وہ دانشور مسلم مرد وخواتین بھی ہیں، جو تین طلاق کی مخالفت کرتے رہے ہیں، بل پاس ہونے کے ۴۸ر گھنٹے کے اندر اندر Standupformuslimmen کے ہیش ٹیگ کے ساتھ اس مہم میں بڑی تعداد میں لوگ حصہ لے چکے اور تین طلاق بل کے اطراف ومضمرات کو آشکار کر رہے ہیں۔ اپنی صحافتی، ادبی وسوشل سرگرمیوں کے حوالے سے مشہور رعنا صفوی نے ٹوئٹ کیا ''میں ایک مسلمان عورت ہوں، میں عورتوں کو تین طلاق دیے جانے کے خلاف ہوں، مگر ساتھ ہی میں تین طلاق بل کی مخالفت کرتی ہوں؛ کیوں کہ اس کا مقصد محض ہندوستانی جیلوں کو مسلم مردوں سے بھرنا ہے''، ان کے اس ٹوئٹ کو اب تک سیکڑوں لوگ ری ٹوئٹ کر چکے ہیں، انھوں نے DailyO.in پر اس بل کے خلاف ایک دھماکے دار مضمون بھی لکھا ہے، زیر نظر مضمون thecitizen.in پر شائع ہوا ہے، سوشل میڈیا پر وائرل ایک تصویر (جس میں کچھ مسلم خواتین مودی کے فوٹو کو مٹھائی کھلا رہی ہیں) مضمون نگار کیلئے اس مضمون کو لکھنے کا محرک ثابت ہوئی ہے، مجموعی طور پر یہ مضمون ایک مسلم خاتون کی ذہنی بیداری، معاملہ فہمی اور شعوری استحضار کا آئینہ دار ہے)

زیرِ نظر تصویر نے مجھے یہ مضمون لکھنے پر مجبور کیا، گزشتہ دوتین دنوں سے سوشل میڈیا پر یہ تصویر گھوم رہی ہے اور راتوں رات مسلمانوں کے بن جانے والوں کے ذریعے اسے Celebrate کیا جا رہا ہے، وہ لوگ جنھوں نے اخلاق، جنید یا افراز الاسلام کے قتل پر ایک لفظ نہیں بولا؛ بلکہ اندرخانہ مجرموں کی مدد کی، وہ آج تین طلاق بل لے کر مسلم خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے اور انھیں نجات دینے نکلے ہیں۔ میں بہ حیثیت ایک مسلم خاتون اور اس ملک کی شہری کے اس غلط بل کو مسترد کرتی ہوں، یہ جو تصویر ہے، یہ مضحکہ خیز بھی ہے

اور پریشان کن بھی، مضحکہ خیز تو اولاً اس لئے ہے کہ جولوگ مسلم خواتین کوحقوق دلانے کے نام پر وزیراعظم مسٹر مودی کی تعریف کررہے ہیں، انھیں یادرکھنا چاہیے کہ اصلاً تو سپریم کورٹ نے یکبارگی تین طلاق کو غیر معتبر قرار دیا تھااور یہ سب جانتے ہیں کہ سرکار انتظامیہ اور عدلیہ دونوں الگ الگ ادارے ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ عدالت عظمیٰ نے یکبارگی تین طلاق پر پابندی کیلئے بہ طور حوالہ ودلیل مودی کی تقریروں کونہیں؛ بلکہ قرآن کریم کواستعمال کیا تھااور کورٹ کی جانب سے یہ کہا گیا تھا کہ قرآن میں ایسی کسی طلاق کا ذکر نہیں ہے اور یہ (ایک نشست کی تین طلاق) مکمل طور پر غیر اسلامی ہیں، اسی وجہ سے جہاں مجھے یہ تصویر (جس میں کچھ مسلم عورتیں مودی کے فوٹو کو مٹھائی کھلا رہی ہیں) دیکھ کرہنسی آرہی ہیں، وہیں خود ایک مسلم عورت کے ہونے کے ناطے اسے دیکھ کر میں سخت تشویش میں بھی مبتلا ہوں۔

بے شبہ یکلخت تین طلاق دینے پر پابندی لگنی چاہیے، مگر اس بل میں جو تجویزیں پیش کی گئی ہیں، وہ اس سلسلے میں مسلم خواتین کیلئے معاون ثابت ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوں گی، اس بل کے تعلق سے یہ سوال تو بار بار اٹھایا جارہا ہے کہ جب یکبارگی تین طلاق کی قانونی حیثیت ختم ہوگئی، تو پھر اس کی وجہ سے شوہر کو جیل میں ڈالنے کے پیچھے کیا لاجک ہے؟ اور جب فیملی کیلئے کمانے والا انسان سلاخوں کے پیچھے ہوگا، تو ان تین سالوں کے دوران بیوی بچوں کی پرورش کون کریگا؟ اسی طرح جب اسے ایک قابل مواخذہ جرم قرار دیدیا جائے گا، تو نہ صرف عورت؛ بلکہ کوئی بھی کسی بھی مرد کے خلاف شکایت لیکر عدالت پہنچ سکتا ہے، ایسے وقت میں، جبکہ پہلے ہی سے ہی ملک کے مسلمان ہجومی تشدد اور دائمی خوف و بے اطمینانی کے سایے میں جی رہے ہیں، یہ مجوزہ قانون مسلم عورتوں کی مدد کی بجائے فرقہ پرست عناصر کیلئے مسلمانوں کو زک پہنچانے کا محض ایک حربہ بن جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی میاں بیوی کے درمیان نفرت پیدا کرنا چاہے یا ان کی وقتی نا اتفاقی کا غلط استعمال کرنا چاہے، تو وہ محض عدالت میں ایک شکایت درج کرواکے اپنا مقصد حاصل کرسکتا ہے۔

راتوں رات مسلم خواتین کے ہمدرد بن جانے والے، اسی طرح وہ لوگ، جنھیں اس بل کی خامیاں نظر نہیں آرہیں، ان کا خیال ہے کہ میں فی الحال اس بل کی تائید کردوں، بعد میں جب کوئی (فرد یا جماعت) اسے چیلنج کرے گی، تو کورٹ اس کے اطراف و جوانب پر غور کرے گا، یہ ایک نہایت ہی بکواس اور ناقابل قبول خیال ہے؛ کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ 1985 میں شاہ بانو کیس کے فیصلے کے بعد جلد بازی میں پاس کیے گئے

ایک بل کو صحیح تعبیر وتفسیر کا جامہ پہنانے میں سپریم کورٹ کو پندرہ سال لگ گئے، حالاں کہ اب بھی آئی پی سی کی دفعہ 498A قابل تعریف ہونے کے باوجود بہت بار صرف مردوں کو ٹارگیٹ کرنے کیلئے استعمال ہورہی ہے۔

تین طلاق بل کی ابھی سے مخالفت کرنی ہوگی، ایسے وقت میں، جبکہ زیادہ تر اپوزیشن پارٹیوں نے تمام تر خامیوں کے باوجود تقریباً اس بل کی حمایت کردی ہے، سول سوسائٹی؛ بلکہ ملک کے ہر شہری کی ذمے داری ہے کہ وہ موجودہ شکل میں اس بل کی زیادہ سے زیادہ مخالفت کرے۔ اور جو لوگ مجھے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس معاملے میں صرف وہ خواتین بولنے کی حق دار ہیں، جو اس حادثے سے گزر چکی ہیں، مجھے یا کسی اور عام انسان کو اس پر بولنے کا حق نہیں، ان سے میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس ملک کی زرعی پالیسیاں ملک کے کسان بناتے ہیں؟ کیا عدلیہ کی بجاے اس ملک کے عام شہری مختلف مسئلوں پر قانون بناتے ہیں؟ جب تک راتوں رات مسلم خواتین کے ہمدرد بن جانے والے یہ لوگ میرے سوالوں کا جواب تلاش کرتے ہیں، میں ملک کے ایک ایک شہری سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اس بل کی مخالفت کریں، جس کا واحد مقصد مسلم مردوں کو تکلیف پہنچانا اور انھیں پسِ دیوارِ زنداں ڈھکیلنا ہے۔ ❍❖❍

بقیہ: ہم آزادنگری کے باشندہ ہیں....!

اتنا ہی نہیں بلکہ دنیا کو یہ دکھلانا ہوگا کہ اب بھی ہم صلاح الدین ایوبیؒ، طارق بن زیادؒ، محمد بن قاسمؒ، ٹیپو سلطان شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ جیسے فاتح زمانہ بن سکتے ہیں اور اپنی نسلوں میں بھی ویسا ہی فاتح زمانہ بھی پیدا کرسکتے ہیں، لیکن مفاد پرستی کی زنجیر سے باہر نکل کر، علاقائیت کے طوق کو توڑ کر، فرقہ پرستی کو بالائے طاق رکھ کر، آپسی اخوت ومحبت اور بھائی وچارگی کے ساتھ ایک زندہ قوم بن کر، ایک لشکر لیکر، ایک خاندان بن کر، قدم سے قدم ملا کر، کندھے سے کندھا ملا کر، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بول کو اپنے دل کے غار حراء میں جگہ دے کر ہم یہ ثابت کردیں کہ ہم مردہ قوم نہیں بلکہ زندہ قوم ہیں، ہم انہیں اسلاف کے اخلاف ہیں جنہوں نے اللہ کے احکام کو اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو پورے انحائے عالم میں عام کرنے کی غرض سے اپنے جان و مال اور افراد خانہ کو فی سبیل اللہ قربان کردیا تھا، لیکن جب ہم بھی ان کے نقشہ قدم پر چلنے والے بن جائیں گے تب اللہ کی رحمت ونصرت ہمارے ساتھ شامل حال رہے گی۔

❍❖❍

زندگی اور موت کی یاد کا نبوی طریقہ

از: مولانا محمد تبریز عالم قاسمی، استاذ دارالعلوم حیدرآباد

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو تلقین فرماتے تھے کہ جب رات ختم ہوکر تمہاری صبح ہو تو اللہ کے حضور عرض کیا کرو:

عَنْ ابوھریرۃ ﷜ قالَ رسول اللّٰہ ﷺ: اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیَا وَبِکَ نَمُوْتُ وإلَیْکَ الْمَصِیْرُ.

اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے، تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہم مریں گے اور پھر تیری ہی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

اور اسی طرح جب شام ہو تو عرض کرو:

عَنْ ابوھریرۃ ﷜ قالَ رسول اللّٰہ ﷺ: اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیَا وَبِکَ نَمُوْتُ وإلَیْکَ النُّشُوْرُ. (ترمذی، رقم: ۱۹۳۳)

اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی فیصلہ سے مریں گے اور پھر اٹھ کر تیرے ہی حضور حاضر ہوں گے۔

تشریح: انسانی زندگی میں صبح وشام کے اوقات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہر شخص کیلئے رات کے بعد صبح اور دن ختم ہونے پر شام آتی ہے اور اِسی آمد ورفت سے زندگی کی ایک ایک منزل طے ہوتی رہتی ہے، صبح وشام کی یہ تبدیلی اپنے اندر راحت کا بڑا سامان رکھتی ہے، اگر رات ہی رات رہے تو انسان عاجز آجائیگا، کاروبارِ زندگی رُک جائیگا اور اِسی طرح اگر دن ہی دن رہے تو انسانی زندگی تلخ ہوجائیگی، بدن کا نظام درہم برہم ہوجائیگا، معلوم ہوا کہ صبح وشام اللہ کی بہت بڑی نعمت اور نظام کائنات کے استحکام کا اٹوٹ حصہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور عملی نمونہ سے امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہر صبح وشام اللہ کی قدرت کاملہ اور اس کے بے پناہ احسانات کو یاد کرے، اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ اور مستحکم کرے اور اُن اوقات میں اپنے رب کے سامنے دعائیں کرے، اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے مزید احسان فرمایا کہ صبح وشام کی مناسب دعا بھی تلقین فرمادی، ہمیں چاہیے کہ ہم ان دعاؤں کی قدر کریں، انہیں حرز جان بنائیں، جس کا مناسب اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ ہم وہ دعائیں یاد کریں، ان کے مضامین میں غور کریں اور ان کو روزانہ کے معمولات میں داخل کرلیں۔

مذکورہ دعا کے علاوہ صبح وشام کی اور دعائیں بھی منقول ہیں، دعاؤں کی کتابوں سے یاد کرسکتے ہیں، صبح کے وقت پڑھنے کی ایک جامع دعا اوپر لکھی گئی ہے، مذکورہ دعا چونکہ آسان ہے اور صبح وشام کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے؛ اِس لئے اِسی کا انتخاب کیا گیا ہے، اللہ ہمیں اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔

حکمت اور پیغام نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے اِس حدیث میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب صبح یا شام ہو تو اللہ تعالیٰ کی (صبح وشام والی) نعمت کا احساس واعتراف کیا جائے، اسی کے ساتھ اِس کو بھی یاد کیا جائے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے دن کی عمر ختم ہو کر رات آتی ہے اور رات کی عمر ختم ہو کر دن نکلتا ہے، اسی طرح اس کے حکم سے ہماری زندگی چل رہی ہے اور اُسی کے حکم سے مقررہ وقت پر موت آجائے گی اور پھر اللہ کے حضور پیشی ہوگی۔ غرض یہ کہ روزانہ صبح وشام اللہ کی نعمت کا اعتراف اور موت اور آخرت کو یاد کیا جائے، نہ صبح کو اِس سے غفلت ہو نہ شام کو۔

مذکورہ دعا میں یہ پیغام ہے کہ شب وروز کا یہ سلسلہ ایک طرف آدمی کو وقت کے گذرنے کا احساس دلائے کہ اس کی مختصر زندگی میں سے ایک دن اور کم ہوگیا ہے اور وہ اپنے انجام سے روز بہ روز قریب سے قریب تر ہوتا چلا جارہا ہے تو دوسری طرف یہ سلسلہ اسے زندگی اور موت کا بہ انداز تمثیل مشاہدہ کرائے، وہ دن کی چہل پہل اور سرگرمیاں دیکھنے کے بعد یہ دیکھے کہ رات نے کس طرح ہر چیز پر موت طاری کردی ہے، چرند پرند، انسان وحیوان، سب نیند کی آغوش میں جا سوتے ہیں اور پھر وہ خود نیند کی پرسکون وادی میں اتر کر موت کے تجربے سے گذرے۔

فطرت کے سب مظاہر انسان کی یاد دہانی کیلئے ہیں؛ مگر انسان اپنے کاموں میں گم ہو کر ان مظاہر فطرت سے عبرت حاصل نہیں کرتا؛ بلکہ ان بڑے بڑے تغیرات کو بھی وہ معمول کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی طرح توجہ دیے بغیر آگے بڑھ جاتا ہے، ان اوقات میں یہ دعا اِسی لئے سکھائی گئی ہے کہ یہ دعا بندۂ مومن کی توجہ ان مظاہر کی طرف مبذول کرے؛ تاکہ وہ ان آیات الٰہی میں غور وفکر کرکے ان حقائق کو اپنے ذہن میں تازہ کرے، جنہیں وہ اپنے کاموں میں مصروف ہو کر بھلا چکا تھا۔

دین اِسلام نے یاد دہانی کا ایسا نظام؛ اِس لئے قائم کیا ہے؛ تاکہ آدمی زندگی کی چہل پہل میں اپنے رب کو بھول کر کہیں شر کی بھول بھلیاں پر نہ جا نکلے؛ چنانچہ دین اسے ہر موڑ پر یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ خدا کے حضور پیش ہونے کیلئے خواہی نہ خواہی آگے بڑھ رہا ہے۔

مذکورہ دعا میں صبح وشام میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر شکر الٰہی کی ادائیگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اعتراف واستحضار کرکے اپنی عبدیت، بندگی اور عاجزی کا اِظہار کامل ہے۔ ○❖○

جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا کریمانہ برتاؤ

از: مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی، وادی مصطفیٰ، شاہین نگر، حیدرآباد

حضور اکرم ﷺ کی شانِ رحیمی وکریمی نہ صرف یہ کہ انسانوں کے ساتھ مخصوص تھی؛ بلکہ آپ ﷺ کی شانِ رحمت کی وسعت نے جانوروں کے حقوق کیلئے بھی جدوجہد کی اور ان کو اپنے رحم وکرم کے سایہ سے حصہ وافر عطا کیا، جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے برتاؤ اور ان کے حقوق کے ادائیگی کی تاکید، ان کے ساتھ بہترین سلوک کی دعوت کی روشنی میں اپنے جانوروں کے ساتھ برتاؤ کا بھی جائزہ لیں کہ کیا ہمارا جانوروں کے ساتھ وہی برتاؤ ہے جس کی تاکید نبی کریم ﷺ نے کی ہے، یا ہم جانوروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لے کر عذاب اور وعیدوں کے مستحق بن رہے ہیں؟ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ عزوجل نے چھوٹے سے لیکر بڑے جانور تک کو ہمارے تابع اور زیردست کردیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ ایک بڑے اونٹ کی مہار تھامے لیے جاتا ہے، یہ بس اللہ عزوجل کی کرم فرمائی اور انسانیت کے ساتھ اس کا فضل ہے کہ ایک بڑے جانور کو ایک چھوٹا بچہ بھی اپنے تابع کیے دیتا ہے، ورنہ یہ ضعیف اور ناتواں انسان کی کیا حیثیت کہ وہ اس قدر بڑے اور قوی ہیکل، تندومند اس سے کئی کئی گنا بھاری بھرکم جسم وجثہ کے مالک جانوروں کو رام کرسکے؟

جانوروں میں خیروخوبی

جانورں کی اہمیت اور ان خوبیوں اور خصوصیات کو بتلانے کیلئے یہ بتلادینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے متعدد جانوروں اور حیوانات کا تذکرہ کیا ہے، اتنا ہی نہیں؛ بلکہ کئی ایک سورتین جانوروں کے نام سے موسوم ہیں جیسے: سورۃ البقرہ (گائے)، الانعام (چوپائے)، النحل (شہد کی مکھی)، النمل (چیونٹی)، العنکبوت (مکڑی)، الفیل (ہاتھی)

اور ایک جگہ اللہ عزوجل نے جانوروں کے فوائد وخصائص اور ان کے منافع کو یوں بیان کیا: ''اور اس نے چوپائے پیدا کیے، جن میں تمہارے لئے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں، ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی، اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم آدھی جان کیے نہیں پہنچ سکتے تھے، یقیناً تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔'' (النحل: ۵-۸)

حضور اکرم ﷺ نے بعض جانوروں کے صفات حمیدہ اور ان کے معنوی اور اخلاقی خوبیوں کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا حکم کیا ہے، گھوڑے کے تعلق سے فرمایا: ''گھوڑے کے ساتھ روز قیامت تک خیر وابستہ ہے۔'' (مسلم) اور ایک روایت میں فرمایا: ''اونٹ اپنے مالک کیلئے عزت کا باعث ہوتا ہے اور بکری میں خیر و برکت ہے'' (ابن ماجہ) اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرغ کو گالی نہ دو چونکہ وہ نماز کیلئے جگاتا ہے۔'' (ابوداؤد)

جانوروں کے ساتھ احسان وسلوک اجر وثواب کا باعث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بدکار عورت کی بخشش صرف اس وجہ سے کی گئی کہ ایک مرتبہ اس کا گذر ایک ایسے کنویں پر ہوا جس کے قریب ایک کتا کھڑا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا، اور قریب تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہوجائے، کنویں سے پانی نکالنے کو کچھ تھا نہیں، اس عورت نے اپنا چرمی موزہ نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا، اس عورت کا یہ فعل بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا، اور اس کی بخشش کردی گئی۔ (مسلم)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے حوض میں پانی بھرتا ہوں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کیلئے، کسی دوسرے کا اونٹ آ کر اس میں سے پانی پیتا ہے تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر وثواب ہے'' (مسند احمد)

جانوروں کے ساتھ بدسلوکی پر آں حضرت ﷺ کی ذکر کردہ وعیدیں:

نبی کریم ﷺ نے جانورں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کو عذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا اور انتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا اور انسانی ضمیر جھنجوڑنے والے سخت الفاظ استعمال فرمائے؛ چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے روایت نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ وہ بلی کو باندھ کر رکھتی تھی نہ کھلاتی نہ پلاتی اور نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ چر چگ کر کھائے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گذرا، جس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں

ہے کہ غیلان بن جنادؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اونٹ پر آیا جس کی ناک کو میں نے داغ دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جنادہ! کیا تمہیں داغنے کیلئے صرف چہرے کا عضو ہی ملا تھا، تم سے تو قصاص ہی لیا جائے۔ (مجمع الزوائد)

جانوروں کو لڑانے، چھیڑ خوانی کرنے پر آں حضرت ﷺ کی ممانعت:

آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ گھریلو جانورں کے ساتھ بدسلوکی اور بے جا مار پیٹ کی ممانعت کی؛ بلکہ غیر پالتو جانوروں کو بھی بے جا پریشان کرنے، چھیڑ خوانی کو منع فرمایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی) حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، جب ایک موقع پر آں حضرت ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا، اس کے بعد چڑیا آئی اور اپنے بچوں کی گرفتاری پر احتجاج کرنے لگی جب نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے جب حمرہ کو اس طرح بیتاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اس کو مضطرب کر رکھا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو! (ابوداؤد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گذر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو کسی پرندہ یا مرغی کو نشانہ بنا رہے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو وہ وہاں سے منتشر ہو گئے، اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے۔ (مسلم) حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوپایوں کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد)

مذبوح جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:

آپ ﷺ نے ذبح کیے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی: ''جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کرلو، اور جانور کو آرام دو'' (ترمذی) امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جانور کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے کہ اس کو مذبح تک کھینچ کر نہ لے جایا جائے۔

فقہاء نے ذابح کو ذبیحہ کے سامنے چھری تیز کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کو بری طرح سے لٹانے

سے منع کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور اپنی چھری کو تیز کرنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کو دو موت مارنا چاہتے ہو؛ کیوں تم نے اپنی چھری کو اس کے لٹانے سے پہلے تیز نہیں کرلیا۔ (مستدرک حاکم)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جب میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کریگا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت حسین بن عطاء سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ایک قصاب نے بکری کو ذبح کرنے کیلئے اس کے کوٹھے کا دروازہ کھولا، تو وہ بھاگ پڑی، اس نے اس کا پیچھا کیا، اور اس کو اس کے پیر سے کھینچ کر لانے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے قصاب! اس کو نرمی سے کھینچ لاؤ۔ (مصنف عبدالرزاق)

موذی جانوروں کو مارنے میں آں حضرت ﷺ نے احسان کا حکم کیا:

آپ ﷺ نے موذی اور تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کا حکم ضرور دیا ہے، مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ؛ لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کا حکم آپ ﷺ نے کیا ہے: اللہ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے؛ اس لئے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ (مسلم) آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کس نے جلایا؟ ہم نے کہا ہم نے جلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کیلئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم فرمایا ہے؛ لیکن اس کے مارنے میں بھی نرمی اور احسان کا حکم کیا ہے، اس کو ایک ہی وار میں مارے، اس کو متعدد مار میں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات ارشاد فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار ڈالا تو اس کیلئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔ (مسلم) اور جس نے اسے دوسری ضرب سے مارا، اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں؛ مگر پہلی دفعہ مارنے والے سے کم اور اگر اس نے تیسری ضرب سے مارا تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں؛ لیکن دوسری ضرب سے مارنے والے سے کم۔

مسلم کی روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص گرگٹ کو ایک ہی وار میں مار ڈالے، اس کیلئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، دوسرے وار میں اس سے کم اور

تیسرے وار میں اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی۔(مسلم)

جانوروں کی سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا خیال رہے:

جانور سواری کیلئے ضرور ہیں، یہ حمل ونقل کا ذریعہ بھی ہیں، اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا: ''لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً'' طویل سفر میں اس کیلئے آرام لینے اور چرنے چگنے کا موقع فراہم کرنے کو کہا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم سبزہ والی زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو انکا حصہ دو۔(مسلم) یعنی اثنائے راہ اگر ہریالی نظر آئے تو ان کو کچھ چرنے اور آرام لینے کا موقع دو، مسلسل چلا کر ان کو نہ تھکاؤ۔

ایک جانور پر تین آدمیوں کو سوار ہونے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(مسلم) ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ انھوں نے تین لوگوں کو خچر پر سوار دیکھا تو فرمایا: تم میں سے ایک شخص اتر جائے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ) یہ اُس صورت میں ہے؛ جبکہ وہ جانور تین آدمیوں کے بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اگر استطاعت رکھتا ہو تو جائز ہے۔(فتح الباری)

رسول اللہ ﷺ نے جانور پر اس طرح کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے کہ جس سے اس کو تکلیف ہو۔ سنن ابی داؤد میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔(ابوداؤد)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو محض اس لئے تمہارے تابع کیا ہے کہ وہ تمہیں ان شہروں اور علاقوں میں پہنچا دیں جہاں تم (پیدل چلنے کے ذریعہ) جانی مشقت ومحنت کے ساتھ ہی پہنچ سکتے تھے یعنی جانوروں سے مقصود ان پر سواری کرنا اور ان کے ذریعہ اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے؛ لہٰذا ان کو ایذا پہنچانا روا نہیں ہے۔ جس جانور کی خلقت سواری کیلئے نہیں ہوئی جیسے گائے وغیرہ تو ان کی سواری کرنا جائز نہیں۔

جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں:

جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا جائز نہیں، نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے: صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ جو شخص جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادے گا تو اس کو روزِ قیامت حساب کتاب دینا ہوگا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے اونٹ سے کہا: اے اونٹ تم اپنے رب کے یہاں میرے سلسلہ میں مخاصمہ نہ کرنا، میں نے تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا۔(احیاء علوم الدین)

ایک دن نبی ﷺ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، نبی ﷺ نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پرسکون ہوگیا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو وہ دوڑتا ہوا آیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں، یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو، اور اس سے محنت و مشقت کا کام زیادہ لیتے ہو۔'' (ابوداؤد)

حضرت سہل ابن حنظلہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ بھوک و پیاس کی شدت اور سواری و بار برداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس اچھی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ تھکے نہ ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں؛ بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا اور کہا: کیا بیل بھی بولتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یقین کرتے ہیں۔ (مسلم) اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ اور مقصد خلقت کے علاوہ دوسرے کاموں کیلئے اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان آیات و احادیث کی روشنی میں جانوروں کے اہمیت و خصوصیت اور ان کے منافع کا پتہ چلتا ہے اور جانوروں کے تعلق سے آپ ﷺ کے اسوہ اور نمونہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے قدم بقدم جانوروں کے ساتھ رحم و کرم کا حکم دیا ہے، نہ صرف گھریلو اور پالتو جانوروں؛ بلکہ غیر پالتو جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی ہے، نقصان دہ ضرر رساں جانوروں کو بھی کم مار میں مارنے کا حکم دیا ہے اور مذبوحہ جانوروں کے ساتھ بھی بے رحمانہ سلوک سے منع کیا ہے اور جانوروں پر بوجھ کے لادنے اور سواری میں بھی ان کے چارہ پانی کی تاکید کی ہے اور زیادہ بوجھ لادنے اور زیادہ افراد کے سوار ہونے سے منع کیا ہے۔

○❖○

ہم آزادنگری کے باشندہ ہیں....!

از قلم: عبیدالرحمٰن عقیل ندوی

جی ہاں! آزادنگری! خودمختارنگری! خودکفیل نگری! مگر غلامی کی یہ زنجیر کیسی؟ طوق سلاسل میں گردنیں کیوں جکڑی ہیں؟ شاید اسی لئے میرے دل نے کہا: نہیں نہیں ہم ہیں غلام شہری!! آخر ایسا کیوں؟

اس لئے کہ اگر اب بھی ہم خموشی کا لبادہ اوڑھے رہے، حکمت کا جام پیتے پلاتے رہے، مصلحت کی چادر تانے رہے تو سچ جانئے کہ ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو اسپین (فلسطین) کا ہوا تھا وہاں مسلمانوں کی حکومت تقریباً آٹھ سو سال رہی لیکن اِس وقت مدارس ومساجد اسطبل میں تبدیل ہیں، خانقاہیں ویران ہیں، تاریخی مقامات شراب نوشی کے اڈے بنے ہیں، کیا اب بھی ہم بیدار نہیں ہونگے؟

خواب غفلت کی چادر سے باہر نکل کر تو دیکھئے دنیا کتنا آگے بڑھ گئی ہے، غریب شہر جو تھے وہ امیر مملکت بن گئے، لوگ سکنڈوں کی مسافت طے کرنے لگے، روز وشب نت نئے انکشافات وایجادات ہونے لگے، دنیا سمٹ کر آنگن (موبائل) بن گئی ہے۔

خدارا! اب بھی وقت ہے جاگئے اپنے لئے نہ سہی لیکن اپنی قوم کے ان زباں بچوں کی خاطر جن کی توتلی زبان کو ابھی تک ماں ٹھیک سے بولنے نہ آیا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے، ماں کی گود سونی ہوگئی، آس لگائے بوڑھے باپ کا سہارا اس سے چھن گیا، آبادیاں وادیوں میں تبدیل کردی گئیں، عمارتیں ڈھادی گئیں، جھونپڑ پٹیاں نظر آتش کردی گئیں، انسانوں کو بے رحمی سے کاٹا اور چھانٹاں گیا، ماؤں کے پیٹ چیر کر بچے کو تلواروں پر نچایا گیا، اور معصوموں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، بھائیوں کے سامنے ان کی بہنوں کی عزت وعصمت لوٹی گئی، ہاں یہ وہ شہر ہے یہ وہ نگر جہاں کچھ نہیں ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہوجاتا ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ اپنی دوکان بڑھا گئے۔''

اب تو غور کیجئے! کب غور کریں گے؟ جب سب کچھ جل کر راکھ ہوجائے گا؟ تب نہیں ہرگز نہیں، کیونکہ اب نبیوں کا دروازہ بند ہو چکا ہے، صحابہ کرام اس دنیا سے پردہ فرماگئے ہیں، تابعین اللہ کو پیارے ہوگئے، سلف صالحین اٹھالئے گئے، اب ہماری مدد کو کوئی نہیں آنے والا، اب ہمیں خود اپنے اندر کے انسانیت کو جگانا ہوگا اس لئے کہ اب ابابیل نہیں آئیں گے، کنکر نہیں برسائیں گے، کوئی پرندہ نہیں آئیگا پتھر نہیں گرائیگا، پرندہ خود بننا ہوگا پتھر خود برسانا ہوگا، اور نعرہ حق ''**لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ** ﷺ'' لگانا ہوگا ہمت واستقلال کے ساتھ عقل وشعور کی گیرائی وگہرائی کے ساتھ۔ بقیہ صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ ہو!

نعت النبی ﷺ

سلیم شوق پورنوی

دلکشی آپ ہیں دلبری آپ ہیں
قلب و اذہان کی تازگی آپ ہیں

آپ ہیں والضحیٰ والقمر والدجیٰ
سب سے اعلیٰ و اولیٰ نبی آپ ہیں

آپ کے در کے محتاج شاہ و گدا
سرورِ دوجہاں واقعی آپ ہیں

آپ نورِ خدا آپ شمعِ ہدیٰ
دین و ایمان کی روشنی آپ ہیں

بے کسوں بے بسوں اور مظلوموں کی
زندگی روشنی اور خوشی آپ ہیں

تاجِ ختم نبوت ملا ہے جسے
اور کوئی نہیں وہ نبی آپ ہیں

یوں تو دنیا میں آئے سخی ہیں بہت
شوق سخیوں کے لیکن سخی آپ ہیں

❍❖❍

انور جلال پوری؛ روشنائی کا سفیر

تحریر: راحت علی صدیقی قاسمی

روشنائی کا سفیر، قلم کا خادم مشاعروں کی زینت رخصت ہوگیا، مشاعروں کی فضاء تاریک ہوگئی، اہل اردو کے قلوب میں غم چہروں پر افسردگی کے آثار نمایاں ہیں، مشاعروں پر حکومت کرنے والی شخصیت، ایک عہد تک مشاعروں میں گونجنے والی آواز اب کانوں میں نہیں پڑ یگی، سامعین کے قلوب پر حکومت کرتی وہ دلکش آواز ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی، موت کے سخت ترین حملہ نے اسے بھی خاموش کر دیا، جو بولتا تو رات بھر بولتا رہتا، جس کی آواز سامعین کے قلوب پر دستک دیتی، فضا پر سکوت و جمود طاری کر دیتی، لوگ گفتگو میں محو ہو جاتے، زبان سے الفاظ نکلتے تو سامعین کی آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھٹی رہ جاتیں، ذہن اُس دلفریب لب ولہجہ کا اسیر ہو جاتا، والد محترم جب انگلی پکڑ کر مشاعرہ لے گئے، تب اس شخص کو دیکھا جو چند ہی دنوں میں مشاعروں کی دنیا کی عظیم شخصیت بن گیا، بلکہ علم و ادب میں بھی قابل قدر سرمایہ چھوڑ گیا۔ رنگ گندمی، چہرہ چوڑا قدرے دارزی مائل، ناک زیادہ لمبی نہ چپٹی متوسط، چہرے پر کھلتی تھی، پیشانی کشادہ، آنکھیں سرمئی، ہونٹوں کے درمیان سے جھانکتی مسکراہٹ کلی کھلنے کا احساس دلاتی تھی، چہرے کی بشاست ایسی جیسے زندگی بھر کسی غم سے سابقہ ہی نہیں پڑا، قد میانہ جسم فربہ موٹاپے کا شائبہ ہوتا نہ دبلے پن کا احساس، البتہ عمر کے ساتھ فربہی میں اضافہ ہوتا رہا لیکن موٹاپے کی حد تک نہیں پہنچا، زباں شیریں، لہجہ انتہائی شائستہ و شگفتہ زبان سے الفاظ جماؤ کے ساتھ نکلتے صاف ستھرے خوبصورت جیسے کپڑے پر موتی ٹانک دئے گئے ہوں، تلفظ معیاری، تمہیدی گفتگو انتہائی پرکشش ہوتی، اتحاد و اتفاق، محبت و جمہوریت، انسان اور انسانیت کا وقار، مشاعروں کی عظمت اِس تقریر کے نمایاں موضوعات ہوتے تھے، ان الفاظ نے آپ کے ذہن میں یقیناً ایک عکس ابھار دیا ہے، اسی عکس کے نقش کو انور جلال پوری کہتے ہیں، جن لوگوں نے انہیں دیکھا ان کی تقریریں سنیں وہ ان جملوں کی تائید کریں گے، البتہ ان کی تقریر کا جو انداز اور تاثر تھا اسے پورے طور سمجھانے کیلئے دامن الفاظ تنگ ہے، جن لوگوں نے سنا ہوگا، وہ یقیناً جانتے ہیں، کئی مرتبہ مشاہدہ ہوا، مشاعرہ کی فضا بگڑ رہی ہے، سامعین ہوش کھو بیٹھے ہیں، قوی احساس ہو رہا ہے کہ مشاعرہ منزل مقصود حاصل نہیں کر پائیگا، نظام درہم برہم

ہوجائیگا، انتظامیہ کو لاٹھیاں اٹھانے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے، فوراً انور جلال پوری کھڑے ہوئے، اور سامعین کو ساکت و جامد کردیا، زبان سے ہوتا لفظوں کا وار اس ہیجان انگیز کیفیت کو شکست فاش دے دیتا، ایسا لگتا تلاطم خیز دریا آسمان چومتی لہریں پل بھر میں خاموش ہوگئے ہوں، انور جلال پوری مشاعروں کے وقار اور اس کی کامیابی کی ضمانت سمجھے جاتے تھے، شعراء کی فہرست سے زیادہ ان کے نام کو تلاش کیا جاتا تھا، ڈاکٹر ملک زادہ منظور کے بعد انہوں نے بحیثیت ناظم وہ مقام حاصل کیا جو چند ہی لوگوں کے حصہ میں آیا، ایک عمدہ کپتان کی طرح انہیں شاعر کو اسٹیج پر پیش کرنے کا وقت اور انداز بخوبی معلوم تھا، جس شاعر کو مائیک پر پیش کرتے اِس خوبصورت انداز سے پیش کرتے کہ سامعین کے قلوب میں اس کی اہمیت و وقعت اور اس کا مقام واضح ہوجاتا، اس کے لب و لہجہ اور شاعری کو چند جملوں میں بحسن وخوبی متعارف کراتے، موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھتے، انہیں بہت سے اشعار یاد ہی نہیں بلکہ ان کا استحضار تھا، موقع کے مطابق اشعار ان کی زبان پر جاری ہوجاتے، راحت اندوری عام طور پر تفریحاً ایک شعر ان کی نذر کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے:

بہت ماہر ہے یہ آدمی جھوٹ کے فن میں
یہ آدمی ضرور سیاست میں جائیگا

انور جلال پوری اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، سیاست میں نہیں گئے، وہ تو ادب کے خادم تھے مشاعروں کے ہیرو تھے، اس کے لوازمات سے بخوبی واقف تھے، انسانیت کے پجاری اور انسانوں کے ہمدرد تھے، ان کی گفتگو ان کے اشعار سننے والا ہر شخص بلا تامل یہ کہہ سکتا ہے، بلکہ سرعام دعوی کرسکتا ہے، کہ وہ سچے انسان اور اچھے ناظم تھے، ان کی نظامت نے انہیں پوری دنیا میں عزت وشہرت عطا کی بلند مقام دیا، چاہنے والے محبت کرنے والے افراد عطا کئے، وہیں ان کی بہت سی خوبیوں کو نگاہوں سے اوجھل بھی رکھا، چونکہ جب سورج چمکتا ہے تو اردگرد کے سیارے اوجھل ہوجاتے ہیں، اپنی خدمت وجود اور طاقت کے باوجود نظر نہیں آتے یہی صورت حال انور جلال پوری کی بھی ہے، وہ ایک اچھے شاعر معیاری انشاء پرداز، تاثراتی نقاد، ترجمہ نگار، نعت گو، سیرت نگار تھے، انہوں نے میدان شاعری میں وقیع کارنامے انجام دئے، جو ان کے وجود کا احساس کراتے رہیں گے، ان کی شاعری کی خوبی آسان الفاظ اور سہل ترکیب سے بڑے معنی پیدا کرنا ہے، ان کی شاعری میں بھاری بھرکم الفاظ کی قلت اور اور بلند تخیل کی کثرت ہے جو انہیں عمدہ شاعر اور

اعلیٰ تخلیق کار بناتی ہے، انور جلال پوری کی شاعری ہمہ جہت ہے، جس میں سماج کے پسماندہ طبقات کا درد انکی تکلیف و کڑھن، مسلمانوں کی شان وشوکت، عظمت رفتہ، محنت کشوں کی عظمت، تغزل، عورت کی قدر و منزلت، اور سماج کے چہرے کے بدنما داغ عیاں ہوتے ہیں، لیکن وہ انتہاء خوبصورتی اور چابکدستی سے کہتے ہیں تعصب وعناد ان کی شاعری کے قریب سے ہوکر بھی نہیں گذرتا، محبت کا پیغام دیتے ہیں، مسائل بیان ہی نہیں کرتے ان کا حل تلاش کرنے کی جرئت بھی کرتے ہیں، غریب ومفلس حالات سے مقابلہ آرا شخص کی کیفیت کو واضح کرتا ان کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے، اوران کی خوبصورت شاعری کا اعتراف کیجئے:

مسلسل دھوپ میں چلنا چراغوں کی طرح جلنا
یہ ہنگامے تو مجھ کو وقت سے سے پہلے تھکا دیں گے

حقیقت بیاں کرتا ہوا یہ شعر ان کے لب ولہجہ کی عکاسی کرتا ہے، عمدہ اخلاق کی تعلیم، اور محبت سے کائنات کو فتح کرنے ہنر بھی ان کی شاعری عطا کرتی ہے، وہ انسان کی مشکلات پر پھبتیاں نہیں کستے بلکہ اس میں سکون وراحت کا پہلو بھی تلاش کرتے ہیں، نفرت جنگ تعصب ان کی نظر میں معاشرے کے شدید ترین مسائل ہیں، اور ان سب کا علاج محبت ہے، مشاعروں کی رنگا رنگ دنیا میں نفرت بیچ کر محبت نہیں کماتے، پیار کا پیام دیتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

تم پیار کی سوغات لئے گھر سے تو نکلو
رستے میں تمہیں کوئی بھی دشمن نہ ملے گا

اوراسی طرح یہ بھی دیکھئے:

میں اپنے ساتھ رکھتا ہوں سدا اخلاق کا پارس
اسی پتھر سے مٹی کو چھوکر سونا بناتا ہوں

انور جلال کی شاعری میں ہمارے معاشرے کا درد بھی ہے، اس کا درماں بھی، غریب کی تکالیف مشکلات ومسائل ہیں، تو اس کے لئے حوصلہ بخش خیال بھی، وہ آنسو بہانے کے قائل نہیں ہیں، ان کی شاعری نالہ وشیون نہیں ہے بلکہ زندگی کے کئی رخوں کی خوبصورت تصویر ہے، جس کا ایک رخ کچھ اس انداز سے شعری پیکر میں ڈھلتا ہے:

سوتے ہیں بہت چین سے وہ جن کے گھروں میں
مٹی کے سوا کوئی بھی برتن نہ ملے گا

انورجلال پوری کی شاعری میں انجماد نہیں ہے، ترقی ہے رفعت و بلندی ہے، حقائق بیان کرنے کی جرأت ہے، قصہ گوئی نہیں صداقت ہے، خواس کا اعتراف کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی شاعری کا نمایاں پہلو اسلامیات سے وابستگی ہے، رسول اللہ ﷺ کی نعت لکھنا، اور چند نعتیں نہیں بلکہ کئی مجموعے شائع ہونا کسی بھی شاعر کے قد کو بلند کردیتا ہے، انور جلال پوری کے تین نعتیہ مجموعہ شائع ہوئے ہیں ''ضرب لا الہ، بعد از خدا، حروف ابجد، جمال محمد کے نام سیرۃ النبی ﷺ'' انور جلال کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو ان کی قدر و منزلت کو دوبالا کرتا ہے، اور ان کے عشق نبی کا مظہر ہے، آپ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے، اور یہ سفر یہی پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ انور جلال پوری نے خلفائے راشدین کی منظوم سیرت رہ رو رہنما تک لکھی ہے، جس سے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا علم ہوتا ہے، اس کتاب میں مکمل طور پر خلفائے راشدین کی سیرت بیان نہیں کی گئی، لیکن جتنے بند لکھے گئے، وہ انتہائی معیاری قسم کی ہیں، جو موصوف کی فنی صلاحیتوں اور کہنہ مشاقی آپ ﷺ کے اصحاب سے محبت کا مظہر ہیں، ہجرت کے موقع کو بیان کرتے اشعار خوب ہیں، حضرت علی کی خلافت فتح و کامرانی کے سفر کو انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے، اس طرح شہادت عثمان کو جس طرح منظوم کیا گیا، وہ آبدیدہ کردیتا ہے، اور شاعر کی منظر نگاری کی جو صلاحیتیں ہیں ان کا قائل کردیتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بہادری کو انتہائی عمدہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے، غزوہ بدر میں آپ کی شجاعت و بہادری کی خوبصورت تصویر کھینچی گئی ہے، یہ کتاب انور جلال کی شاعری اور فن کو رفعت و بلندی کے ان منازل پر لے گئے جو ہر شخص کے حصہ میں نہیں ہوتی، انہوں نے بنگالی ادب کے مشہور شاعر نوبل انعام یافتہ ربیندر ناتھ ٹیگور کی کتاب گیتا نجلی کا منظوم ترجمہ کیا، شریمد بھگوت گیتا کا منظوم اردو ترجمہ جو انتہائی مشکل کام ہے، اس طرح کے خیالات ہر شخص کے حصہ میں نہیں آتے، اس کوشش سے جہاں انہوں نے نفرت کی دیواروں کو پاٹنے کی کوشش کی ہے، وہی زبانوں سے وابستہ عصبیت کو کم کرنے کوشش کی ہے، اور اردو والوں کیلئے غیر اردو ادب کا گراں قدر سرمایہ پیش کیا ہے، جس سے وہ استفادہ کرسکتے ہیں، اور سنسکرت و بنگالی ادب کی قدر و منزلت کے معترف ہوسکتے ہیں، انور جلال پوری شاعری تک محدود نہیں تھے، بلکہ انہوں نثر میں روشنائی کے سفیر نامی تخلیق

چھوڑی ہے، اس کتاب میں انہوں نے اپنی زندگی اپنے علاقہ کی فضا ماحول ادبی حالت کے علاوہ غالب ابوالکلام اور دیگر شخصیات پر اظہار خیال کیا جسے وہ تاثراتی تنقید کے زمرے رکھتے ہیں، انور جلال پوری کی اس خوبصورت کاوش میں بہت سے ان افراد کے تذکرے موجود ہیں، جن کوانہوں نے قریب سے دیکھا ان کی شاعری سنی پرکھی، اوراس کتاب میں خوبصورتی سے بیان کردیا، نثر خوبصورت ودلکش ہے موزوں تنقیدی زبان قطعی استعمال نہیں کی ہے، کہیں خاکہ کا احساس ہوتا ہے اور کہیں انشائیہ کا لیکن قاری لطف اندوز بھی ہوتا ہے، اور شخصیت سے واقف بھی دلیل کے طور پر چندسطریں پیش خدمت ہیں، ڈاکٹر ملک زادہ منظور کے تعارف میں لکھتے ہیں ''مشاعروں سے ڈاکٹر صاحب کا تعلق وہی ہے جو تاج محل سے شاہ جہاں کا۔ جس طرح یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ تاج محل زیادہ خوبصورت ہے یا شاہ جہاں کے ذہن کی تخئیل، اسی طرح یہ بھی فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آزادی کے بعد ہمارے ملک میں مشاعرے زیادہ مقبول ہوئے یا ملک زادہ منظور احمد کا انداز تعارف، ان جملوں سے میرے دعوے کی تائید ہوتی ہے، انور جلال پوری کی تخلیقی قوتوں اور خوبصورت نثر نگاری کا بھی اندازہ ہوتا ہے، ان خوبیوں کی حامل شخصیت ہمارے درمیان سے رخصت ہوئی یقیناً باعث تکلیف ہے، لیکن انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے ساتھ بھرپور انصاف کیا، اور انتہائی مشغولیت کے باوجود گراں قدر سرمایہ چھوڑا جوان کو ہمیشہ اہل ادب کے درمیان زندہ رکھیگا، ان کی چودہ مطبوعات موجود ہیں، یش بھارتی ایوارڈ سے نوازے گئے، مدرسہ بورڈ واردو اکیڈمی کے چیئر مین رہے، ایک عظیم فن کار دنیا سے رخصت ہوا، انہیں کے ایک شعر پر اپنی بات مکمل کرتا ہوں:

پرایا کون ہے اور کون اپنا سب بھلا دیں گے
متاعِ زندگانی ایک دم ہم بھی لٹا دیں گے

○❖○

صبح کی نیند انسان کے ارادوں کو کمزور کرتی ہے
منزلوں کو حاصل کرنے والے کبھی دیر تک سویا نہیں کرتے
وہ قوم آگے بڑھتی ہے جو سورج کو جگاتی
وہ قوم پستی میں چلی جاتی ہے جن کو سورج جگاتا ہے

خواتین صفحہ

آزاد ہندوستان میں مسلم خواتین کا حال!

عارف عزیز (بھوپال)

کسی بھی ملک کی تعمیر وترقی میں عورتوں کا مردوں کے برابر حصہ ہوتا ہے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی سماجی اور اقتصادی میدان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرکے آگے بڑھ سکتی ہیں، جن معاشروں میں ترقی کی رفتار سست ہوتی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان میں عورتوں کو آگے بڑھنے کے پورے مواقع میسر نہیں ہیں، جہاں تک ہندوستان کے عام معاشرہ کا تعلق ہے تو اس میں عورتوں کی حصہ داری، دن بدن بڑھ رہی ہے لیکن مسلم معاشرہ کے بارے میں ایسا کوئی دعویٰ کرنا اس لئے سچ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان خود ہر مورچہ پر پچھڑتے جارہے ہیں، اسی تناسب (انوپات) سے ان کی عورتیں بھی دوسرے سماجوں سے کافی پیچھے ہیں، عام طور پر اس کی وجہ مذہبی (دھارمک) بتائی جاتی ہے جبکہ یہ خالصتاً اقتصادی وسماجی ہے، اس سچائی کو بہتر طور پر سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام دھرم کی عورتوں کے بارے میں تعلیم پر ہم نظر ڈال لیں۔

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر مقام دیا ہے بلکہ سماج کی تشکیل میں عورت کو مرد سے زیادہ اہمیت دی ہے، اسلام کی نظر میں عورت معمار اول کا درجہ رکھتی ہے، عورت اور مرد انسانیت کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، کسی ایک پہیے کے بغیر انسانیت کی ترقی وعروج کا تصور نہیں کیا جاسکتا، قرآن حکیم نے عورت کے حقوق اور معاشرہ میں اس کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے اور جو بھی احکامات دیئے ہیں، ان میں عورت اور مرد دونوں برابر کے شریک ہیں، ایک موقع پر اردو کے معروف اسکالر اور شاعر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ''قرآن کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں عورتوں کے حقوق اور ان کی اہمیت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ گویا یہ کسی عورت کا کلام ہو، ان حقوق واختیارات کی لسٹ کافی طویل ہے لہٰذا ان کے عنوانات پر ہی نظر ڈال لینا کافی ہوگا، اسلام نے مرد اور عورتوں میں حقوق کی مساوات رکھی ہے، عورت کی مستقل حیثیت کو تسلیم کیا ہے، سزا اور معافی میں مرد اور عورتوں کو برابر رکھا ہے، عورت دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتی ہے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کے ساتھ ساتھ وراثت میں بھی حق ہے، جو اسے ماں باپ اور شوہر دونوں کی طرف سے ملتا ہے۔ اسی طرح مسلم عورت کو عزت وآبرو کی حفاظت کا حق، نکاح سے گلوخلاصی کا حق اور علم حاصل کرنے کا حق ہے جس کے تحت عورت مذہبی اور عام تعلیم اسی طرح حاصل کرسکتی ہے،

جس طرح مرد حاصل کرتے ہیں، اسلام جہیز دینے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا پھر بھی جولوگ دیتے ہیں وہ لڑکی کیلئے ہوتا ہے جبکہ دوسرے سماجوں میں جہیز مردوں کا حق ہوجاتا ہے، اسلام نے عورتوں کی جسمانی (فزیکلی) کمزوری کا اندازہ لگا کر انہیں خاوند اور اولاد کے علاوہ، خاندان کے دوسرے افراد کی خدمت سے مبرا رکھا ہے، یہاں تک کہ عورت پر گھر کے کام وکاج کی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی، ایسے مثالی حقوق واختیارات کے باوجود مسلم عورتیں اگر آج پسماندگی کا شکار ہیں اوران سے ہمدردی کے جاو بے جا اظہار کی ضرورت پیش آرہی ہے تو اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو پہلے بیان کی گئی یعنی مسلم قوم کی عام غریبی، مسلم عورتوں کو بااختیار وطاقتور بنانے کے ساتھ ساتھ عام مسلم مردوں کی بدحالی کی فکر بھی ہونا چاہئے، ان کے بھوکے پیٹ، کمزور جسم اور تعلیم سے محروم بچوں کا خیال بھی ضروری ہے کیونکہ اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب تک عام مسلمانوں حال درست نہیں ہوگا، ان کا معیار زندگی بہتر نہ بنے گا، نہ ان کی عورتوں کی حالت سدھرے گی، نہ وہ اپنے بال بچوں کو پڑھا لکھا سکیں گی۔

آج یہ حقیقت تسلیم کرلی گئی ہے کہ جن فرقوں یا نسلی گروہوں میں آبادی بڑھنے کا تناسب زیادہ ہے، اس کی وجہ عام طور پر ان کی غریبی ہوتی ہے، جس کو دور کیا جانا چاہئے، مسلم مہیلاؤں سے ہمدردی جتانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کی مسلم پرسنل لاء میں جو اجازت ہے اس پر انگلی اٹھائی جائے لیکن دوسرے سماجوں خاص طور پر پچھڑے آدیباسیوں یا اسی طرح کے دوسرے طبقوں میں یہ رواج مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے جس کی تصدیق ہوچکی ہے۔ ابھی حال میں ریاست گجرات کے بارے میں ایک سروے سب کیلئے باعث حیرت ثابت ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے وہاں دوسری بیوی رکھنے کا تناسب دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں ہندوؤں میں کافی زیادہ ہے۔

میں یہاں دوسروں کی مثال نہیں دیتا صرف اپنا تجربہ بیان کرتا ہوں کہ میرا خاندان جو بھوپال شہر کا ایک کافی بڑا خاندان ہے، اس کے ممبروں کی تعداد آج تین ہزار سے کم نہیں ہوگی، اس خاندان کی سوسالہ تاریخ میں صرف دو مثالیں ایسی سامنے آئی ہیں جن میں ہمارے خاندان کے مردوں نے ایک سے زیادہ یعنی دو بیویاں بیک وقت رکھی ہیں، اس لئے یہ سوچنا مجھے صحیح نہیں محسوس ہوتا کہ مسلم عورتوں یا مردوں کی بدحالی میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا بھی کوئی حصہ ہے۔

مسلم خواتین کے پچھڑے پن کی دوسری وجہ ان کی غریبی سے پیدا ہونے والی جہالت ہے، اس کی وجہ

سے وہ اپنے مذہب کی روشن تعلیمات دور ہیں ان کے کام عموماً اسلام اور اس کے ضابطوں کے عام طور پر خلاف ہوتے ہیں، اگر مسلمان اپنے مذہب پر آج کار بند ہو جائیں اور اس کی اخلاقی قدروں کو اپنا لیں تو جہاں اس سے ان میں خواندگی بڑھے گی کیونکہ اسلام نے اس پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہیں سماج میں عورتوں کے اہمیت میں بھی اضافہ ہوگا، آج قانون ساز اداروں میں خواتین کے لئے ریزرویشن کا مطالبہ ہو رہا ہے اور اس بارے میں دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ ہندوستان کے ڈیموکریٹک سسٹم میں ان کو پورا حق نہیں مل پا رہا ہے، مگر عام عورتوں کے مقابلہ میں مسلم عورتوں کی پس ماندگی کسی سے چھپی نہیں ہے تو پھر ان کے لئے بھی ایسے انتظام پر غور کیوں نہیں کیا جاتا کہ وہ بھی اپنی آبادی کے تناسب میں چن کر پارلیمنٹ، اسمبلی اور پنچایتوں میں پہونچ سکیں کیونکہ عام عورتوں کیلئے ریزرویشن کا فائدہ مسلم عورتوں ملنا موجودہ حالات میں ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، میرا تو یہ بھی کہنا ہے کہ آزاد ہندوستان

میں ہمدردی کی مستحق مسلم خواتین ہی نہیں عام عورتیں بھی ہیں، ان کے مسائل اور عام عورتوں کے مسائل میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، ہمارے سماج میں عورتوں کو نظر انداز کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے اور آج اس کے نئے نئے طریقے سامنے آرہے ہیں، یہاں لڑکی کے ساتھ اس کی پیدائش سے پہلے بدسلوکی شروع ہو جاتی ہے، بہت سی لڑکیوں کو ماں کے پیٹ میں ہی قتل کر دینا اب کئی گھرانوں کا رواج بن گیا ہے جس کی وجہ سے عورتوں کی آبادی کم ہو رہی ہے اس کے علاوہ بچپن سے لیکر جوانی تک لڑکیوں کی دیکھ بھال ان کی تعلیم، صحت اور ترقی و بہتری کے مختلف پہلوؤں کو نظر انداز کر دینے کی روایت عام ہے، اس میں ہندو مسلم کی قید نہیں، تامل ناڈو اور راجستھان کی بعض برادیوں میں پیدا ہوتے ہی لڑکی کو مار دیا جاات ہے، بچپن میں شادی کی روک تھام کے قانون کے باوجود شمالی ہند کی کئی ریاستوں میں یہ رسم آج بھی پھل پھول رہی ہے، بہت سے کنبوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ لڑکی کو تو دوسرے خاندان میں جا کر گھریلو عورت کی ذمہ داریاں سنبھالنا ہے لہذا اس کو اسکول بھیجنا فضول ہے، اس حقیقت کو وہ نظر انداز کر دیتے ہیں کہ تعلیم حاصل کر کے ان کی بیٹی ایک اچھی بیوی اور ماں بن سکتی ہے۔ ہندوستانی سماج میں جہیز کی وابت اسی بات کو ظاہر کرتی ہے کہ عورت مرد سے کمتر ہے، اس بری رسم کی وجہ سے دلہنیں آگ کا ایندھن بن رہی ہیں، عورت کی حیثیت فریج، ٹی وی، اسکوٹر اور کار سے بھی کم ہوگئی ہے جس کے جہیز میں نہ ملنے سے اسے خودکشی پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ ہمارے سماج نے جہیز، ستی، تلک اور عصمت دری جیسی سماجی برائیوں کی روک تھام نہ کی ہو، جو عورتوں کو دوسرے درجہ کا شہرہ بنا دیتی ہیں، آزادی کے بعد متعدد قانون بنائے گئے، جن کا مقصد عورتوں کے ساتھ جانبداری کو ختم کرنا تھا لیکن اگر قانون بنانے سے ہی عورتوں کا رتبہ بلند ہو جاتا تو آج ان کی صورت حال اچھی ہوتی۔ اب تک کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب ان کے بارے میں سماج میں بیداری ہو۔

کئی ملک اور سماج کتنے مہذب معاشرہ کا حامل ہے، اس کا اندازہ چار باتوں سے لگایا جا سکتا ہے، اتفاق سے یہ چاروں باتیں عورت سے متعلق ہیں۔ پہلی بات آبادی یعنی مردوں اور عورتوں کا تناسب کیا ہے؟ دوسری بات عورتوں میں خواندگی کتنی ہے؟ تیسری زچگی کے دوران کتنی عورتیں موت کا شکار ہو جاتی ہیں؟ چوتھی زچگی کیلئے سہولتیں کیا کیا ہیں؟ افسوس یہ ہے کہ ہندوستان میں ان چاروں باتوں کے بارے میں وہ سمجھ پیدا نہیں ہو سکی جو ضروری تھی لہٰذا عورت کسی فرقہ اور مذہب سے تعلق رکھتی ہو اس کے مسائل ومشکلات ایک جیسی ہیں اور ان پر ایک ساتھ توجہ دینا چاہئے اور اس بارے میں صرف قانون بنا دینا یا ان میں تبدیلی لانا کافی نہ ہوگا کیونکہ جو قانون موجود ہیں اگر ان کا صدق دلی سے نفاذ ہو جائے تو آج صورت حال بہتر ہو سکتی ہے۔ ○❖○

بقیہ: اجتماعی زندگی میں ''پردہ پوشی'' کی اہمیت!

احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں اپنا مزاج ایسا بنانا چاہیے کہ ہم دوسروں کے عیوب کو جگہ جگہ نہ بتاتے پھریں ہمیں عیب گوئی سے بھی شریعت منع کرتی ہے اور عیب جوئی سے بھی۔ بلکہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ''جو کسی دوسرے کی ''پردہ پوشی'' کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب اور گناہوں کو چھپالیں گے اور جو شخص لوگوں کی ''پردہ دری'' کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے۔''

اس حوالے سے آج ہم سب کو اپنی اپنی حالت دیکھ لینی چاہیے، کیا ہم وہ کام کر رہے ہیں جس سے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارے عیوب اور گناہوں کو چھپالیں گے یا پھر ہم وہ کام کر رہے ہیں جس سے انسان اپنے گھر بیٹھے رسوا ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے، ہماری اخلاقی حالت قابل رحم ہے، جب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی بجائے مغربی کلچر اپنے ماحول میں داخل کیا ہے اسی دن سے بے سکونی ہے۔

شب وروز جامعہ

مولانا محمد عاصم صاحبؒ کے انتقال پر ملال پر جامعہ مدنیہ تعزیتی نشست

(مورخہ ۲۹/دسمبر) معہد ارشد اطہر نگر کوروڈیہہ کے مہتمم، اور جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے بانی جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم کے بھائی جناب مولانا محمد عاصم صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے، ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں از یں قبل دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا تھا، آج جمعیۃ علماء بہار کے صدر محترم جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی صدارت میں تعزیتی نشست بھی منعقد ہوئی، جس میں صدر محترم کے علاوہ اساتذہ جامعہ مدنیہ اور تمام طلبہ شریک ہوئے، اس موقع پر جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے استاذ جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مفتی عبدالاحد صاحب، مفتی خالد انور پورنوی، مفتی سیف الدین صاحب نے تعزیتی نشست سے اہم خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا: مولانا محمد عاصم صاحب آج ہمارے بیچ نہیں ہیں؛ مگر ان کی بہت سی یادیں ہم سب سے جڑی ہوئی ہیں، ان کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ ہنستے تھے، دوسروں کو ہنساتے تھے، اور بہت ہی خندہ پیشانی سے لوگوں سے ملتے تھے، ان کے اخلاق بہت اچھے تھے، ان سے ملنے جلنے اس کا مظاہرہ ہوتا تھا، وہ کچھ بھی کھاتے، اکیلے نہیں، بلکہ سب کو ساتھ لے کر کھاتے تھے، وہ نہایت ہی صالح فکر کے مالک تھے، تعزیتی نشست کے صدر مجلس جناب مولانا محمد قاسم صاحب کی تعمیل پر جناب مفتی سیف الدین صاحب کی دعاء پر مجلس اختتام کو پہونچی۔

(مورخہ ۶/جنوری ۲۰۱۸ء) راسٹریہ سہارا اردو پٹنہ کے سب ایڈیٹر جناب عبدالواحد صاحب رحمانی کی والدہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، کروٹ، کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں امتحان ششماہی کا انعقاد: مورخہ ۴/تا ۷/دسمبر ۲۰۱۷ء جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں امتحان ششماہی کا انعقاد ہوا، حفظ دینیات، عربی کے ۷۰۰/طلبہ اس میں شریک ہوئے، امتحان میں بہترین مظاہرہ کرنے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی، بعد امتحان بچوں کو رخصت دی گئی، الحمد للہ طلبہ جامعہ واپس آچکے ہیں، اور پھر سے رونق واپس آچکی ہے۔ اس موقع پر ۲۹/دسمبر ۲۰۱۷ء کو بانی جامعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی صدارت میں اساتذہ کی مشاورتی نشست بھی منعقد ہوئی، جامعہ، مدنیہ کی تعمیر وترقی کے متعلق فیصلے لئے گئے۔ ○❖○

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے پینے میں اسوہ حسنہ

خوردونوش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ یہ تھی کہ ایک ہی قسم کی غذاؤں پر قائم رہتے، ان کے علاوہ دوسری غذا استعمال نہ فرماتے؛ کیونکہ یہ طریقہ صحت کیلئے بہت نقصان دہ ہے خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل وطن کی عادت و معمول کے مطابق تناول فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، جی چاہا تو تناول فرمالیا ورنہ چھوڑ دیا، اور جب طبیعت راغب نہ ہو تو کھانا نہ کھایا جائے اور زبردستی پیٹ میں بھرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ حفظان صحت کے معاملہ میں یہ ایک مرکزی اصول ہے، کیونکہ خواہش کے برعکس کھانا کھانے سے نفع کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت پسند فرماتے تھے، دست کا حصہ اور اگلے حصے کا گوشت زیادہ مرغوب تھا، کیونکہ یہ ہلکا اور زود ہضم ہوتا ہے، نیز آپ میٹھی چیز اور شہد پسند کرتے تھے، یہ تینوں چیزیں (گوشت، میٹھا، شہد) بدن، جگر اور اعضاء رئیسہ کیلئے غیر معمولی مفید ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم علاقے کے تازہ پھل بھی استعمال فرماتے اور ان سے پرہیز نہ کرتے، یہ طریقہ بھی اصول غذائیت کے مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ، ہر علاقہ میں ایسے ایسے پھل پیدا فرمائے ہیں، جو وہاں کے لوگوں کیلئے فائدہ مند ہوں اور ان کی صحت و عافیت میں اضافہ کا سبب بنیں۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص علاقائی پھلوں اور غذاؤں سے پرہیز کرتا ہے وہ جسمانی طور پر بیمار اور کمزور رہتا ہے۔

کھانے پینے کے آداب

صحیح روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا؛ بلکہ اس طرح بیٹھتا ہوں کہ جیسے غلام بیٹھتا ہے اور اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے۔

اس کی تشریح میں چارزانو بیٹھنا، ٹیک لگانا اور پہلو کے بل بیٹھنا بھی شامل ہے، اور تینوں طرح کی ٹیک مضر صحت ہے۔ آپؐ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور یہ صورت سب سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ آپؐ شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے تھے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ کھڑے ہو کر پینے والے کو قے کرنے کا حکم فرمایا، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا ہے۔ نیز آپؐ پانی پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے سیرابی ہوتی ہے اور پانی خوشگوار ہو جاتا ہے، اس سے شفایابی بھی حاصل ہوتی ہے۔